فہم القرآن سیریز نمبر 1
سورۃ سیریز
سُورَۃُ الاُحزَاب
قرآنا عجبا
سوال وجواب کی صورت میں
قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت
نگہت ہاشمی
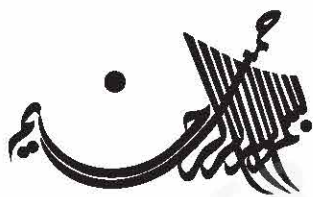
تفسیر سورۃ الاحزاب

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ الاحزاب

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تفسیر سورۃ الاحزاب

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : جنوری 2009ء

طبع دوم : جولائی 2018ء

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَیۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: أَیُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَیْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: یَارَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلاَّ مَالُهُ أَحَبُّ إِلَیْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْ اٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

ایاتھا ۷۳ ۳۳ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ رکوعاتھا ۹

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 33 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 90 ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا﴾

''اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا﴾ ''اے نبی! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' تقویٰ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ﴾ ''اے نبی ﷺ'' یعنی اے وہ ہستی! جس کو رب العزت نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(2) ﴿اِتَّقِ اللّٰہَ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' سیدنا طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''تقویٰ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دی ہوئی روشنی میں کام کرنا، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے ترک کرنا۔ (ابن کثیر، تفسیر منیر: 248/11)

(3) تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور ہے جو انسان کے اندر ایک محافظ اور نگران کے طور پر کام کرتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے۔

(4) (i) تقویٰ کی وجہ سے انسان اُس مقام پر آتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اُسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ (ii) تقوی انسان کو رب کے قریب لے جاتا ہے۔

(5)﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو'' یعنی کافروں اور منافقوں کی بات نہ سنیں، ان سے مشورہ نہ کریں رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرو گے جنہوں نے کفر کیا تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔'' (آل عمران:149)

(6)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کاموں کے نتائج کا خوب علم رکھتا ہے اور وہ معاملات کی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کے اقوال اور افعال حکمتوں والے ہیں۔

(7) اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے اس نے مسلمانوں کو جو نظام زندگی دیا ہے علم اور حکمت کی بناء پر دیا ہے۔

سوال 2: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تقویٰ اور دعوت دین میں استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو کفار اور منافقین کی اطاعت سے کیوں روکا گیا؟

جواب: کفار اور منافقین کا رسول اللہ ﷺ پر بڑا دباؤ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ کو روکا گیا کہ ان کے دباؤ میں نہ آئیں تاکہ اسلامی نظام زندگی کی خالص پالیسی آگے بڑھے۔

﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (2)

سوال 1: ﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کتاب و سنت کی پیروی کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے'' قرآن ہدایت و رحمت ہے۔ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ قرآن کی پیروی کر کے رب سے ثواب کی امید رکھیں۔

(2)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ سے پوری طرح خبر رکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین جو عمل کریں گے اللہ تعالیٰ سب کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے، اس سے کسی کا

کوئی عمل چھپا ہوانہیں۔

سوال 2: وحی کی پیروی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) وحی کی پیروی کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وحی کی پیروی ہی اسلام ہے۔ (2) وحی میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اعتراف ہے۔ (3) وحی میں اللہ تعالیٰ کے حاکم ہونے کا اعتراف ہے۔ (4) وحی کی پیروی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے اور بندے اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ روکے تو بندے رُک جائیں یہی وحی کی پیروی ہے۔ یہی پیروی دین ہے۔

﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' (3)

سوال 1: ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' توکل کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنے تمام کاموں میں، تمام معاملات میں، تمام حالات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔

(2) توکل، وکالت سے ماخوذ ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کو اپنا وکیل بنایا یعنی اپنا کام اس کے سپرد کیا۔ اس پر اعتماد کیا۔ توکل کے معنی بھروسے کے ہیں۔ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے، عزم، تدبیر اور کوشش کے ساتھ انجام دینے کا اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب کر دیں گے۔ توکل خدا اعتمادی کا نام ہے۔

(3) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہونے کے لیے کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ وہ ایسے طریقے سے آپ کے کام بنائے گا جس پر بندہ قدرت نہیں رکھتا۔

(4) (i) مومن کا اصل رشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ کوئی اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ (iii) اللہ تعالیٰ قوت رکھتا ہے اختیار رکھتا ہے اس لئے مومن اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کر سکتا ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھروسے کے لائق نہیں۔

(5) اس لیے تمام معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجیے وہ ان کا اس طریقے سے انتظام کرے گا جو بندے کے لیے سب سے زیادہ درست ہوگا، پھر وہ ان مصالح کو اپنے بندے تک پہنچانے کی پوری قدرت رکھتا ہے جب کہ بندہ ان پر قادر نہیں۔ وہ اپنے بندے پر اس سے بھی کہیں زیادہ رحم کرتا ہے جتنا بندہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے یا اس پر اس کے والدین رحم کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بندے پر ہر ایک سے زیادہ

رحمت والا ہے خصوصاً اپنے خاص بندوں پر، جن پر ہمیشہ سے اس کی ربوبیت اور احسان کا فیضان جاری ہے اور جن کو اپنی ظاہری اور باطنی برکتوں سے سرفراز کیا ہے، خاص طور پر اس نے حکم دیا ہے کہ تمام امور اس کے سپرد کر دیئے جائیں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی تدبیر کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2123/3)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: "میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو ہی آدمی تھے اور بعض پیغمبر کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی امت آئی۔ میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے مجھ سے کہا گیا کہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے، تم آسمان کے کنارے کو دیکھو، میں نے دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب دوسرے کنارے کی طرف دیکھو، دیکھا تو ایک اور بڑا گروہ ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ ہے تمہاری امت اور ان لوگوں میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔" پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو لوگوں نے گفتگو کی ان لوگوں کے بارے میں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے بعض نے کہا: شاید وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے، بعض نے کہا: نہیں شاید وہ لوگ ہیں جو اسلام کی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، بعض نے کہا: کچھ اور، اتنے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: "تم لوگ کس چیز میں بحث کر رہے ہو؟" انہوں نے آپ ﷺ کو خبر دی تب آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں، جو نہ منتر کرتے ہیں، نہ کرواتے ہیں، نہ بدشگون لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔" یہ سن کر سیدنا عکاشہ محصن کا بیٹا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو ان لوگوں میں سے ہے" پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا دعا کیجئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عکاشہ تجھ سے پہلے یہ کام کر چکا۔" (مسلم:527)

(7) (i) اللہ تعالیٰ پر توکل ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے۔ توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ سے توکل اور اس سے استعانت کے بغیر بندہ سارے کاموں کو انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ (iii) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: توکل آدھا دین ہے اور آدھا دین انابت ہے۔ (iv) ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔ (جامع العلوم والحکم:437) (v) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾ "چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں۔" (النمل:79) (vi) جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ (vii) اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کو دشمن کے مقابلے میں مدد دیتے ہیں۔ (viii) توکل کرنے والے کا دل سکون، اطمینان اور راحت میں رہتا ہے۔ (ix) توکل ہر مقام پر چاہیے عبادت کرتے ہوئے، فیصلے کرتے ہوئے، مشاورت کے موقع پر، مقامِ دعوت

پر توکل، معاہدوں کے موقع پر توکل، صلح اور جنگ کے موقع پر، لین دین کے معاملات میں غرض ہر طرح کے حالات و معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہی توحید ہے۔

سوال 2: توکل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: توکل کے کئی درجات ہیں۔ (1) پہلے درجے کا توکل: (i) یقین اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ (ii) یقین ہے کہ جس ذات پر بھروسہ کر رہا ہوں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ (iii) اس پر یقین کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم نہیں۔ (iv) اس پر یقین کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کی قدرت سے زیادہ کسی کی قدرت نہیں۔ (v) اس پر یقین کہ وہ رحمت کرنے والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی رحمت کرنے والا نہیں۔ (vi) اس یقین سے دل اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اور کسی دوسری ہستی کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

(2) دوسرے درجے کا توکل: توجہ کا مرکز بنالے اس ہستی کو جس پر اعتماد ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں جانتا اسی کے پاس شکایت لے کر جاتا ہے وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس کے دل میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہوتی۔ اس درجے میں انسان سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(3) تیسرے درجے کا توکل: اپنی رائے، اپنی ہستی کو مٹا کر اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ انسان زندہ ہوتے ہوئے خود کو، اپنے مسائل کو جانتا ہے وہ روتا ہے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے اور میت خود کو نہیں جانتی۔ یہ مقام انتہائی مشکل سے نصیب ہوتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو انسان اس حالت پر قائم نہیں رہتا۔

سوال 3: توکل کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟

جواب: (1) توکل کا پتہ انسان کی ان کوششوں سے لگتا ہے جو وہ اپنے مقاصد کے لئے کرتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی چیز کی حفاظت کی کوشش کرتا ہے۔ کسی آنے والی تکلیف سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ بیماری ہونے پر علاج کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ (2) توکل وہ کرتا ہے جو زمین میں بیج ڈال کر توکل کرتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کر کے انسان کیا کھو دیتا ہے؟

جواب: اپنا چین، اطمینان، سکون، امید، صحت۔

سوال 5: انسان کب توکل نہیں کر سکتا؟

جواب: (1) جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور رحمت پر پختہ یقین نہ ہو۔ (2) جب انسان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سرسری توجہ ہو۔ (3) جب وہ ہر قسم کی کوششوں اور تدبیروں کو ترک کر دیتا ہے اور دھجیوں کی طرح زمین پر گر پڑتا ہے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے''، متبنّٰی بیٹا نہیں ہوتا، وضاحت کریں؟

(1) ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے'' جس طرح کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، اسی طرح کسی انسان کے دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، انابت الی اللہ اور گناہوں پر اصرار اکٹھے نہیں ہوتے۔ (قرطبی: 88/7)

(3) اس میں اشارہ ہے کہ کسی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دشمنوں کی محبت اکٹھی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے دشمنوں کی اطاعت اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ (ایسر التفاسیر: 1198,1197)

(4) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک انسان اخلاق و آداب کے اعتبار سے مسلمان ہو لیکن تجارت کے اُصولوں، معاشرت اور معیشت کے ضابطوں کے لیے وہ کسی اور نظام سے مدد لے رہا ہو۔ مختلف طرح کے طریقے ایک دل میں نہیں بس سکتے۔

(5) ﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''اور نہ ہی اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے'' جس طرح کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں ہوتے اور اس کی بیوی جس کو وہ اپنی ماں کہہ بیٹھا ہے اس کی سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔

(6) یعنی تم میں سے کسی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا ''تو میرے لیے ایسے ہے جیسی میری ماں'' تو یہ کہنے سے بیوی ماں نہیں بن جاتی۔ تمہاری ماں تو

وہ ہے جس نے تمہیں جنم دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا اڿّٰٓیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ ”تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں بلکہ اُن کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔“ (المجادلہ:2)

(7) ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ﴾ ”اور نہ اُس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے“ اسی طرح متبنّٰی تمہارا بیٹا نہیں ہوسکتا کسی کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ تمہارے بیٹے وہ ہیں جن کو تم نے جنم دیا، منہ بولے بیٹے تمہارے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہیں۔ یہ آیت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر منیر: 254/11)

(8) ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ ”یہ تمہارے مونہوں کی بات ہے“ یعنی یہ بے حقیقت بات ہے کہ تم غیر کی اولاد کو کسی کا بیٹا کہو یا جو کسی کا باپ نہیں اس کو کسی اور کے بیٹے (متبنّٰی) کا باپ بنا دو۔ رب العزت نے بے حقیقت باتوں سے روکا ہے کیونکہ اس پر شرعی برائیاں مرتب ہوتی ہیں۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کا قول، اس کی بات حق ہے۔ وہ انصاف کی بات فرماتا ہے۔ اس کی شریعت حق ہے اور اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(10) ﴿وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ﴾ ”اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے“ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سیدھا راستہ واضح کرتا ہے اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

(11) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (الاحزاب:5) ”انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔“ (بخاری:4782)(مسلم:6262)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ (اے اللہ کے رسول! ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام) سالم حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا ہے اور وہ ہمارے گھر میں (ہمارے ساتھ ہی) ہے اور میرا خیال ہے کہ (میرے خاوند) ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ دل میں کچھ ناپسندیدگی محسوس کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سالم کو دودھ پلا دو، تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور جو کراہت سیدنا ابو حذیفہ کے دل میں ہے وہ جاتی رہے گی۔“ (مسلم:3601)(ابوداؤد:2061) ”سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔“ (بخاری:6766)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے حق بات کہنے اور سیدھا راستہ دکھانے کے تقاضے کیا ہیں؟

جواب: اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی کریں۔

سوال 3: السبیل سے کیا مراد ہے؟

جواب: زندگی کے ٹیڑھے راستوں کے درمیان سیدھی شاہراہ جو دراصل اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے۔

سوال 4: سیدھے راستے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدھا راستہ انسان کی فطرت کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (2) یہ راستہ کائنات کی فطرت کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔
(3) یہ راستہ سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اس میں کوئی بھول بھلیاں اور موڑ نہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ دین کی طرف کس کی راہ نمائی کرتے ہیں؟

جواب: جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں ہی سلامتی کے راستے ہیں یعنی اسلام۔

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

"منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (5)

سوال 1: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ "منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں" متبنّٰی کا الحاق اس کے والد سے کیا جائے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ "منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو" اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں

کی طرف منسوب کرو جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے۔

(2)﴿هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے'' یعنی انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت میں زیادہ انصاف والی بات ہے۔(ایسر التفاسیر:1198)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے، زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا:﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔'' (الاحزاب:5)(بخاری:4782)

(4) اس کے بعد نبی ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کہ تم حارثہ کے بیٹے زید رضی اللہ عنہ ہو۔'' (اشرف الحواشی:500/1)

(5) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔'' (بخاری:6766)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دوسرے شخص کو جان بوجھ کر اپنا باپ بنایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص اپنے آپ کو دوسری قوم کا فرد ظاہر کرے حالانکہ اس کا نسب ان سے نہیں ملتا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (بخاری:3508)

(7) سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (بہت) بڑا بہتان ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ ظاہر کرے۔'' (بخاری:3509) (8) ہاں تکریم ومحبت کے طور پر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔ (اشرف الحواشی:500/1)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو پکارا تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے!'' (مسلم:5623)

(10)﴿فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ ''چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں'' یعنی اگر باپ کا نام معلوم ہو تو ان کی نسبت سے پکارو اور اگر کسی کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو دینی اخوت اور اسلامی موالات پر اکتفا کرو۔

(11) متبنّٰی کے والد کا نام اگر معلوم نہیں ہے تو یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ متبنّٰی بنانے والوں کی طرف منسوب کر کے پکاریں کیونکہ عذر سے حرمت زائل نہیں ہو سکتی۔ (12) انہیں بھائی یا دوست کہہ کر پکارو۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی:500/1)

سوال 2:﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں'' یعنی تم پر کوئی گناہ یا حرج نہیں ہے۔ ﴿فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ﴾ ''جس میں تم نے غلطی کی ہے'' یعنی تم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ ''اے فلاں کے بیٹے'' یہ زبان کی غلطی ہے اور بے ارادہ نکلنے والی بات ہے، وہ حقیقتاً اس کا بیٹا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1198)

(2) اگر تم سے اس نسبت میں غلطی ہو جائے تو اس کی پکڑ نہیں جب تم مقدور بھر پوری تحقیق و تفتیش کے بعد کسی کو اس کے باپ سے منسوب کر دو اور حقیقت میں وہ اس کا باپ نہ ہو تو یہ تمہاری اجتہادی غلطی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1564/2)

(3) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔'' (البقرۃ:286) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔'' (مسلم:330)

(4) ''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔'' (ابن ماجہ:2043)

(5) ''سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر کسی فیصلے کے اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' (بخاری:7352)

(6) ﴿وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ ''جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا'' یعنی گناہ اس پر ہے جو تم دل کے ارادے سے کرو۔ گناہ اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر غلط قدم اٹھاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہو گا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا اُنہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدۃ:89)

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لیے غفور بے حد بخشنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ رحیم بے حد رحم والا ہے۔ نافرمانوں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا شاید کہ توبہ کر لیں یا رجوع کر لیں۔

(8) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ لیتا ہے اللہ تعالیٰ رحیم ہے اس کی رحمت گناہ گاروں کی معافی کا سبب بن جاتی ہے۔

(9) اس نے تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے سابقہ گناہوں پر سزا نہیں دی تم نے جو غلطی کی اس پر درگزر کیا اور شرعی احکام بیان کر کے تم پر رحم کیا جن میں تمہارے دین اور دنیا کی اصلاح ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2125-2126)

(10) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔'' (البقرۃ:286)(مسلم:330)

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾

''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' (6)

سوال 1: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں پر شفیق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے'' رب العزت نے ایمان والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ سمجھایا تاکہ وہ اس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ کریں۔

(2) نبی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہوتے ہیں اُن کے طرزِ عمل کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے لیے مثال بنایا۔ اُن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ لوگ اپنی جان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سب پر مقدم نہ رکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو سب سے اہم سمجھیں۔

(3) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کے سب سے زیادہ قریب اور ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ مقدم ہیں کیونکہ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ احسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ان کو جو بھلائی بھی ملی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ملی ہے اور جو برائی دور ہوئی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہوئی ہے۔

(4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کے خیر خواہ ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب

سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ﴾ نبی (ﷺ) مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ ورثا اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔ (بخاری:2399)

(5) اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ جب کسی کی، اپنی یا کسی دوسرے شخص کی مراد رسول ﷺ کی مراد سے مقابل ہو تو رسول اللہ ﷺ کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قول سے کسی کے قول کا مقابلہ نہ کریں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ "اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار رہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا پھر یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔" (الاحزاب:36)

(6) جب تک آپ ﷺ بول نہ لیں اس وقت تک بات نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سے آگے اپنی بات نہ رکھیں۔

(7) رسول اللہ ﷺ سے ساری مخلوق سے بڑھ کر محبت رکھیں اور ان پر اپنی جان، مال اور اولاد کو فدا کر دیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔" (بخاری:15)

(8) سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، "اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں عمر! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تیرے لیے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں" یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ کی قسم! آپ ﷺ اب مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! اب ٹھیک ہے۔" (بخاری:6632)

(9) ﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ "اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں" یعنی نبی ﷺ کی بیویاں احترام اور ادب میں مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ اپنی ماؤں کی طرح ان کی عزت و توقیر اور احترام و اکرام کریں۔ لیکن بالاتفاق ان سے خلوت جائز نہیں اور ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی حرمت بھی ثابت نہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1565/2)

(10) ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ "اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔" (الاحزاب:53)

(11) اب اس باپ ہونے پر یہ اصول مترتب ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہلِ ایمان کی مائیں ہوں یعنی حرمت، احترام اور اکرام کے اعتبار سے نہ کہ خلوت و محرومیت کے اعتبار سے۔ گویا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے قصے کا مقدمہ ہے، جو عنقریب آئے گا، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

اس سے پہلے زید بن محمد کے نام سے پکارے جاتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا﴾ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب:40) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نسب اور آپ ﷺ کی طرف انتساب دونوں منقطع کر دیے۔ اس آیت کریمہ میں آگاہ فرمادیا کہ تمام اہلِ ایمان رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں کسی کو کسی دوسرے پر کوئی اختصاص حاصل نہیں اگرچہ کسی کا منہ بولا بیٹا ہونے کا انتساب منقطع ہو گیا مگر نسب ایمانی منقطع نہیں ہوا اس لیے اسے غم زدہ اور متاسف نہیں ہونا چاہیے۔ اس آیتِ کریمہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں لہذا آپ ﷺ کے بعد وہ کسی کے لیے حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں صراحت فرمادی۔ ﴿وَلَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی جائز ہے کہ اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' (الاحزاب:53) (تفسیر سعدی: 2127/3)

سوال 2: ﴿وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓئِكُمۡ مَّعۡرُوۡفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے'' رشتہ داروں کے علاوہ حقِ وراثت کی تنسیخ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ﴾ ''اور رشتہ دار'' یعنی رشتہ دار ہوں یا دور کے رشتہ دار۔

(2) ﴿بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رشتے دار ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھنے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی رو سے۔ پس وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں گے۔ قرابت کا تعلق دوستی اور حلف وغیرہ کے تعلق سے بڑھ کر ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے پہلے ان اسباب کی بنا پر رشتہ داروں کی بجائے منہ بولے بیٹے وارث بنتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس توارث کو منقطع کر دیا۔ اپنے لطف و کرم اور حکمت کی بنا پر حقیقی اقارب کو وارث بنا دیا کیونکہ اگر معاملہ سابقہ عادت اور رواج کے مطابق چلتا رہتا تو شر اور فساد پھیل جاتا اور قریب کے رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے حیلہ سازی بکثرت رواج پا جاتی۔ (تفسیر سعدی: 2128,2127/3)

(3) ﴿مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ﴾ ''ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں پر'' یعنی قریبی مومن، رشتے دار مقدم ہیں مہاجر ہوں یا غیر مہاجر۔ (4) یہ آیت تمام معاملات میں (مثلاً نکاح اور مال وغیرہ کی ولایت) قریبی رشتہ داروں کی ولایت پر دلیل ہے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِىَ﴾ اور ﴿وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ﴾ (النساء:33) اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نزول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے

وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں کرائی تھی۔اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾(النساء:33) تو اس آیت نے ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کو منسوخ کر دیا(یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔" (بخاری:6747)

(6)﴿إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا﴾"مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو" یعنی اہلِ شرک کے لیے وصیت ہے میراث نہیں۔(جامع البیان:158/21)(7) یعنی ان کا کوئی مقرر شدہ حق نہیں ہے۔عطیہ دے سکتے ہو۔

(8)﴿كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا﴾"یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے" یعنی قریبی رشتہ داروں کی وراثت کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے کتاب میں لکھ دیا گیا ہے اس کا نفاذ لازمی ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے رشتے داروں کی وراثت کے حکم کو مقدم کر دیا۔ہجرت اور مؤاخات کی بناء پر ثلث میں سے وصیت ہو سکتی ہے۔ایسے شخص کے لیے بھی وصیت ہو سکتی ہے جس کا وراثت کا حق باطل ہو چکا ہو مثلاً غیر مؤمن رشتہ دار۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جو مقروض ہوتا تو آپ ﷺ پوچھتے: کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟۔اگر لوگ کہتے، ہاں، اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتوحات سے نوازا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں مسلمانوں کا ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، سو جو کوئی مؤمن فوت ہو جائے اور قرض دار مرے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔" (بخاری:2298)

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾

"اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا" (7)

سوال 1:﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾"اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا" انبیاء سے عہد کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ﴾"اور جب ہم نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا" رب العزت نے اس عہد و پیان

کو یاددلایا ہے جو اس نے پیغمبروں سے لیا۔

(2)﴿وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾''اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابنِ مریم سے بھی'' یہ عہد پانچ اولوالعزم پیغمبروں سے لیا گیا۔

(3)﴿وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾''اور ہم نے اُن سے نہایت ہی پختہ عہد لیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے تاکید کے لیے الفاظ کو دہرایا ہے کہ ان سے پختہ عہد لیا گیا۔

(4) انبیاء کا یہ عہد کیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا:''ہم نے اقرار کیا۔'' فرمایا:''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (آل عمران:81)

(5) انبیاء سے یہ عہد کب لیا گیا؟ رسولوں سے یہ عہد رسالت دیئے جانے کے بعد لیا گیا۔ یہ عہد عام انبیاء سے بھی لیا گیا اور پھر اولوالعزم پیغمبروں سے بھی لیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے۔'' (الشوریٰ:13) (6) جس حکم کو بجالانے کا عہد لیا گیا وہ یہ کہ (i) دین کو قائم رکھو (ii) دین میں پھوٹ نہ ڈالو۔

سوال 2: عہد کب لیا جاتا ہے؟

جواب: جب معاہدے کے پورا کرنے کے Chances پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب کسی کو Chance دینا ہو کہ اب وہ کھل کر اس معاہدے کے اختیارات کو برت سکے۔

سوال 3: اسلامی زندگی میں عہد کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے فرمایا:﴿لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ﴾''اس کا دین نہیں جو عہد پورا نہیں کرتا۔''

﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' (8)

سوال 1: ﴿لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟ اللہ تعالیٰ رسالت کا پیغام پہنچانے کے بارے میں سوال کریں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَسْـَٔلَ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سوال کرے'' یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کریں۔

(2) ﴿الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''سچوں سے'' یعنی انبیاء سے ﴿عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ ''اُن کی سچائی کے بارے میں'' ان کی تبلیغ اور رسالت کے بارے میں۔

(3) اللہ تعالیٰ اس عہد کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے سوال کرے گا کہ انہوں نے اس عہد کو پورا کیا کہ انہیں نعمت بھری جنتیں عطا کی جائیں یا انہوں نے کفر کیا تا کہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(4) ''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (روز قیامت) سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے میرا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں یا رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے فرمائے گا، کیا انہوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت۔'' (بخاری:3339)

(5) یہاں رسولوں کے بجائے صادقین کا لفظ آیا ہے۔ گویا ہر ایمان دار سے اس کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر جب لوگوں نے اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کیا ہو گا وہی لوگ صادق العہد قرار پائیں گے۔ (تیسیر القرآن:563/3)

(6) ﴿وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور کافروں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'' یعنی کافروں کو جھٹلانے اور انکار کرنے کی پاداش میں سخت سزا دی جائے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسولوں نے اپنے پیغام پہنچا دیئے۔ انہوں نے حق پہنچا دیا اور ساری انسانیت کی خیر خواہی کی۔ یا ارحم الراحمین ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ ہمیں ایمان پر ثابت قدمی عطا فرمائیے۔

سوال 2: سچوں سے سچائی کی دریافت کی بات میں حق کی دعوت دینے والوں کے لیے کیا تنبیہ ہے؟

جواب: اس میں تنبیہ یہ ہے کہ دعوت کا فریضہ پوری ذمہ داری اور اخلاص سے ادا کریں۔

رکوع نمبر 2

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' (9)

سوال 1: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے'' غزوۂ احزاب کے بیان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں'' اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب جو کہ 5 ہجری میں پیش آیا اُس میں کیے جانے والے احسان کا ذکر کیا ہے جب فوجیں مدینہ پر چڑھ آئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تند و تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہوں نے دشمن کو واپسی کا راستہ لینے پر مجبور کر دیا۔

(2) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے جمع ہونے اور معاہدہ کر کے چلنے کی خبر سنی تو مدینہ کے باہر آپ ﷺ نے ایک خندق کھدوائی، خندق کھدوانے کا مشورہ رسول اللہ ﷺ کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ (مظہری: 206/9)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ مہاجرین و انصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھودنے کا کام کر رہے ہیں ان کے پاس غلام نہ تھے کہ ان کے بجائے غلام یہ کام کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کی مشقت اور بھوک دیکھ کر فرمایا: ﴿اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔'' انصار و مہاجرین نے اس کے جواب میں کہا: ﴿نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا﴾ ''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی رہیں محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔'' (صحیح بخاری: 397/1، 588/2)

(4) ”سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ خندق میں (خندق کی کھدائی کے وقت) رسول اللہ ﷺ مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک غبار سے اٹ گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے ”اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، نہ ہم صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے پس تو ہمارے دلوں پر سکینت وطمانیت نازل فرما اور اگر ہماری کفار سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عنایت فرما جو لوگ ہمارے خلاف چڑھ آئے ہیں جب یہ کوئی فتنہ چاہتے ہیں تو ہم ان کی نہیں مانتے ﴿اَبَیْنَا اَبَیْنَا﴾ (ہم ان کی نہیں مانتے، ہم ان کی نہیں مانتے) پر آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی۔“ (بخاری:4104)

(5) ”سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس وقت خوراک کی قلت کا یہ حال تھا کہ تھوڑے سے جو بدبودار چربی میں ملا کر پکاتے۔ لوگ بھوکے ہوتے وہ اسے بھی کھا جاتے حالانکہ وہ بدمزا چربی حلق پکڑ لیتی اور اس سے خراب بو آتی تھی“۔ (بخاری: باب غزوۃ الخندق)

(6) ”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت قسم کی چٹان نکلی (جس پر کدال اور پھاوڑے کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے خندق کی کھدائی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی) صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ خندق میں ایک چٹان ظاہر ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اندر اترتا ہوں“ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس وقت (بھوک کی شدت کی وجہ سے) آپ کا پیٹ پتھر سے بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال اپنے ہاتھ میں لی اور چٹان پر اس سے مارا۔ چٹان (ایک ہی ضرب میں) بالو کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے، (گھر آکر) میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج میں نے نبی کریم ﷺ کو (فاقوں کی وجہ سے) اس حالت میں دیکھا کہ صبر نہ ہو سکا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ، میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے، پھر گوشت کو ہم نے چولہے پر ہانڈی میں رکھا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور گوشت چولہے پر پکنے کے قریب تھا نبی کریم ﷺ سے میں نے عرض کیا گھر کھانے کے لیے مختصر کھانا تیار ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو آدمیوں کو لے کر تشریف لے چلیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتنا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو سب کچھ بتا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ تو بہت ہے اور نہایت عمدہ وطیب ہے“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنی بیوی سے کہہ دو کہ چولہے سے ہانڈی نہ اتاریں اور نہ تنور سے روٹی نکالیں میں ابھی آ رہا ہوں“ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ”سب لوگ چلیں“ چنانچہ تمام انصار و مہاجرین تیار ہو گئے جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اپنی بیوی سے انہوں نے کہا اب کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ تو تمام مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں انہوں نے پوچھا، نبی کریم ﷺ نے آپ سے کچھ پوچھا بھی تھا؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ’ہاں‘ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کہ ”اندر داخل ہو جاؤ لیکن اژدہام نہ ہونے پائے“ اس کے بعد آپ ﷺ روٹی کا چورا کرنے لگے اور گوشت اس پر ڈالنے لگے ہانڈی اور تنور دونوں ڈھکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب کر دیا پھر آپ ﷺ نے گوشت اور روٹی نکالی، اس طرح آپ ﷺ برابر روٹی چورا

کرتے جاتے اور گوشت اس میں ڈالتے جاتے یہاں تک کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شکم سیر ہو گئے اور کھانا بچ بھی گیا۔ آخر میں آپ ﷺ نے (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے) فرمایا کہ ''اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کے یہاں ہدیہ میں بھیجو کیونکہ لوگ آج کل فاقہ میں مبتلا ہیں۔'' (بخاری:4101)

(7) ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا﴾ ''چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی'' مسلمانوں کی مدد کی جو دوسری صورت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اور جس کا آیت میں ذکر ہے، یہ تھی کہ ٹھنڈی یخ ہوا اتنی تیز چلی کہ جس نے خیمے اکھاڑ دیئے، گھوڑوں کے رسے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہنڈیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں، آگ بجھ گئی، ہوا اتنی سخت ٹھنڈی تھی کہ بدن کو چیرتی اور آر پار ہوتی معلوم ہوتی تھی غرض لشکر کفار میں سخت بدحواسی پھیل گئی اور بھگدڑ مچ گئی۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کون ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے؟ مگر اتنی آندھی میں کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو بھی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہی نے کہا، میں جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے سہ بار یہی سوال کیا تو پھر سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ آپ ﷺ لشکر کفار کی طرف روانہ ہو گئے آپ ﷺ خود کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے قطعاً کچھ سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر وہی حالات بیان کئے جو لوگ سن رہے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔'' (بخاری۔ کتاب المغازی)

(8) ﴿وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ''اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں، میں نے نبی ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ سے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں'' اب میں چلا ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں، مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے نبی ﷺ کا پیغام پہنچا دیا جس نے سنا فوراً اُلٹے پاؤں نبی ﷺ کی طرف چل پڑا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا، ہوا میری ڈھال کو دھکے دی رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک اس کا لوہا میرے پاؤں پر گرا جسے میں نے پھینک دیا اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمائے تھے۔ جنہوں نے مشرکین کے دل خوف سے بھر دیے یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو بلا بلا کر کہنے لگے ''نجات کی صورت تلاش کرو، بچاؤ کا انتظام کرو'' یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔ (ابن کثیر:225)

(9) چنانچہ ان حالات نے دشمن کو واپسی پر مجبور کر دیا اور وہ افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کے دن کے بعد کفار ہم پر چڑھ کر نہیں آئیں گے بلکہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔'' (بخاری۔ کتاب المغازی)

(10) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے دیکھنے والا ہے'' یعنی وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے جیسے تم نے خندق

کھودی۔

(11) پریشانی اور گھبراہٹ میں مسلمانوں کے دل اور ان کے عمل کیسے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا اور واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ مسلسل نگرانی کر رہا تھا۔

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾

”جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے“ (10)

سوال 1: ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ”جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے“ متحدہ جماعتوں اور بنو قریظہ کی چڑھائی کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ”جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی“ یعنی اوپر سے متحدہ جماعتیں تمہارے اوپر چڑھ آئیں اور نیچے سے بنو قریظہ چڑھ آئے۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ”جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ”یہ آیت غزوہ خندق کے بارے میں نازل ہوئی۔“ (بخاری: 4103)

(3) ﴿وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ﴾ ”اور جب آنکھیں پھر گئیں“ جب خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے آنکھیں پتھرا گئیں تھیں۔

(4) ﴿وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ ”اور جب دل حلق تک پہنچ گئے“ اور شدتِ خوف سے کلیجے منہ کو آ گئے۔

(5) ﴿وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ ”اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے“ اصحابِ نبی ﷺ میں سے کچھ برے گمان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تکمیل نہیں کرے گا۔

(6) درحقیقت اس وقت مسلمان نہایت نازک صورت حال سے دوچار تھے، پیچھے بنو قریظہ تھے جن کا حملہ روکنے کے لیے ان کے اور مسلمانوں

کے درمیان کوئی نہ تھا، آگے مشرکین کا لشکر جرار تھا، جنہیں چھوڑ کر ہٹنا ممکن نہ تھا، پھر مسلمان عورتیں اور بچے تھے جو کسی حفاظتی انتظام کے بغیر بدعہد یہودیوں کے قریب ہی تھے اس لیے لوگوں میں سخت اضطراب برپا ہوا جس کی کیفیت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ (الرحیق المختوم:419)

﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾

''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلا یا جانا'' (11)

سوال1: ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور ہلا مارے گئے، سخت ہلا یا جانا'' غزوۂ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی پریشانی کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ''اُس وقت مومن خوب آزمائے گئے'' اس وقت مسلمانوں کو چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیرا ہوا تھا۔ مسلمان انتہا کی پریشانی اور بے چینی کی حالت سے دوچار تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ بھی ان میں موجود تھے اس وقت مسلمانوں کو جانچا جا رہا تھا۔ (مختصر ابن کثیر:1570/2)

(2) مسلمان آزمائش میں پورا اترنے لگے اور انہوں نے نبی ﷺ کا ساتھ دیا۔ (i) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت ایمان لاتا ہے جب لوگ انکار کرتے ہیں (ii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت مانتا ہے جب نہ مان کر کچھ بگڑنے والا نہ ہو (iii) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت یقین کر لیتا ہے جب لوگ شک میں مبتلا ہوتے ہیں (iv) آزمائش میں پورا اترنے والا اُس وقت اپنے آپ کو حوالے کرتا ہے جب بچانے کا وقت ہو (v) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت سر جھکا دیتا ہے جب سرکشی کا موقع ہے (vi) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت خرچ کرتا ہے جب مٹھی بند کرنے کی ضرورت ہو (vii) آزمائش میں پورا اُترنے والا اُس وقت ثابت قدم ہو جاتا ہے جب فرار کے مواقع ہوں (viii) آزمائش میں پورا اُترنے والا سب کچھ لٹا کر ساتھ دیتا ہے۔

(3) ﴿وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ ''اور ہلا مارے گئے، سخت ہلا یا جانا'' مسلمانوں کو خوف، قلق اور بھوک کے ذریعے سے ہلا ڈالا گیا تاکہ ان کا ایمان واضح اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو، ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ان کے ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ جب غم کی شدت بڑھ گئی اور سختیوں نے گھیر لیا تو ان کا ایمان عین الیقین کے درجے پر پہنچ گیا۔ ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب:22) یہاں منافقین کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور وہ چیز سامنے آ گئی جسے وہ چھپایا کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2130,2129/3)

سوال2: ایمان لانے کے بعد آزمایا کیوں جاتا ہے؟

جواب: (i) آزمائش سے کھوٹے کھرے کی پہچان ہوجاتی ہے (ii) آزمائش سے جھوٹے سچے کی پہچان ہوجاتی ہے (iii) آزمائش سے مومن اور منافق کی پہچان ہوجاتی ہے (iv) آزمائش سے خالص لوگ سامنے آتے ہیں (v) آزمائش سے دعوت دینے والوں کے دل صاف شفاف ہو جاتے ہیں (vi) آزمائش اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا﴾

''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' (12)

سوال 1: ﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''اور جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' نازک دور میں نفاق ظاہر ہوگیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ''اور جب منافق کہہ رہے تھے'' اس نازک دور میں نفاق ظاہر ہوگیا، منافق کہنے لگے اور وہ لوگ (2) ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی'' وہ جن کے دلوں میں شکوک اور شبہات تھے۔ (3) ﴿مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا'' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو وعدے کیے تھے وہ محض دھوکہ تھا، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اب مدینہ میں ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں۔ (4) مصیبت کے وقت منافق کا ایمان قائم نہیں رہتا اس وجہ سے اپنے وسوسوں اور شکوک کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال 2: منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) جس کے دل میں برائی اور زبان پر اچھائی کا اظہار ہو۔ (2) جس کی حقیقی وفاداری اپنے دنیاوی مفادات کے ساتھ ہو لیکن دین کے ساتھ بھی ظاہری رشتہ قائم رہے۔

سوال 3: کتنے منافقین نے اللہ تعالیٰ کے وعدے کو فریب قرار دیا؟

جواب: تقریباً ستر منافقین تھے۔

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾

''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہلِ یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ

نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' (13)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے اہل یثرب! تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے، چنانچہ لوٹ جاؤ! اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے، وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' منافقوں کی فرار کی کوششوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا'' یعنی منافقوں کی ایک جماعت نے قلتِ صبر کی بنا پر کہا۔

(2) ﴿يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ﴾ ''اے اہلِ یثرب!'' انہوں نے مدینہ کا نام چھوڑ کر پرانے نام سے پکارا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان اور اخوت کی قدر نہیں تھی۔ ان کی بزدلی نے انہیں کہنے پر آمادہ کیا۔

(3) ﴿لَا مُقَامَ لَكُمْ﴾ ''تمہارے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں ہے'' یعنی مدینے کے باہر جس خندق کے پاس ہو یہاں تمہیں نہیں ٹھہرنا۔ یعنی دشمن کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا۔

(4) ﴿فَارْجِعُوْا﴾ ''چنانچہ لوٹ جاؤ!'' وہ انہیں مدینے کی طرف لوٹنے کا یعنی میدان چھوڑنے کا مشورہ دے رہے تھے۔

(5) ﴿وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ﴾ ''اور اُن میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا'' ان میں سے ایک گروہ تھا جسے بھوک نے ستا رکھا تھا وہ نبی ﷺ سے اجازت مانگ رہے تھے۔

(6) ﴿يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ﴾ ''وہ کہہ رہے تھے کہ یقیناً ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں'' وہ عذر یہ کر رہے تھے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں، غیر محفوظ ہیں، ہمیں یہ خطرہ ہے کہ پیچھے دشمن گھروں پر حملہ نہ کر دے۔ (7) وہ گھروں کی حفاظت کے عذر میں جھوٹے تھے اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ﴾ ''حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہ تھے'' کہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔

(7) ﴿اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ ''وہ بھاگنے کے سوا اور کچھ ارادہ نہ کر رہے تھے'' ان کے عذر محض فرار کے لیے تھے۔ وہ دشمن سے بھاگنا چاہتے تھے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ سارا عرب امڈ پڑا ہے۔ اب یہ استیصال کے بغیر نہیں جائیں گے۔ ان کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا حجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ

تو یثرب (یعنی مدینہ) ہے۔'' (بخاری:3622)

سوال نمبر2: منافق کس طرح کے حالات میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) منافق آسانی سے ہاتھ آنے والے فائدے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہے۔

(2) منافق کو اگر تھوڑے کام سے بڑا کریڈٹ مل رہا ہو تو فوراً سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال3: ایمان کے راستے سے فرار کس کے لیے ممکن نہیں ہوتا؟

جواب: ایمان کی حقیقت جس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اس کے لیے ایمانی راستے سے فرار ممکن نہیں رہتا۔

پھر اس موقع پر بعض منافقین کے نفاق نے بھی سر نکالا چنانچہ وہ کہنے لگے کہ محمد تو ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ پیشاب پاخانے کے نکلنے کے لیے بھی جان کی خیر نہیں، بعض اور منافقین نے اپنی قوم کے سامنے یہاں تک کہا کہ ہمارے گھر دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیونکہ ہمارے گھر شہر سے باہر ہیں نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ بنو سلمہ کے قدم اکھڑ رہے تھے اور وہ پسپائی کی سوچ رہے تھے، ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾

''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' (14)

سوال1: ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' منافق خوف سے مرتد ہونے کو تیار ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا﴾ ''اور اگر مدینہ کے اطراف سے اُن پر کوئی (دشمن) گھس آتا'' یعنی اگر مدینہ کی ہر سمت سے ان پر دشمن چڑھائی کریں۔

(2) ﴿ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ﴾ ''پھر اُن سے فتنہ برپا (جنگ) کرنے کا سوال کیا جاتا'' پھر دشمن ان سے مشرک یا کافر ہونے کا مطالبہ کریں۔ ﴿لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا﴾ ''تو وہ اُسے ضرور کر گزرتے اور اُس سے دیر نہ کرتے مگر تھوڑی'' تو یہ فوراً ہی شرک اور کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ (3) وہ ایمان کی حفاظت نہیں کریں گے۔ ذرا سے خوف سے بھی یہ ایمان کو تھام نہیں سکیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی جھکاؤ اور محبت کو واضح کیا ہے کہ شرک اور کفر انہیں کس قدر عزیز ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾

''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' (15)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' عہد شکنی اور غدار منافق کے طرزِ عمل کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ﴾ ''بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ سے یقیناً پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے'' منافقوں کو ان کا وعدہ یاد دلا کر غیرت دلائی جا رہی ہے کہ یاد کرو تم نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میدانِ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے۔

(2) ﴿وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہمیشہ سے پوچھا جانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عہد شکنی کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ ایمان اور عہد شکنی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مومن غدار اور عہد شکن نہیں ہوتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے عہد کی باز پرس کیسے ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنے پر سزا ہوتی ہے۔

سوال 3: عہد شکنی کی سزا کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینک دیا جاتا ہے۔ (2) دل سخت کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' (16)

سوال 1: ﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا'' فرار سے موت نہیں ٹلتی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ’’آپ کہہ دیں‘‘ اے محمد ﷺ! منافقوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ﴾ ’’اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا‘‘ موت سے بھاگنا چاہتے ہو یا قتل ہونے سے بچنا چاہتے ہو؟ میدانِ جنگ سے بھاگ کر موت نہیں ٹل سکتی۔ فرار سے عمر میں اضافہ نہیں ہوتا اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھ دیا گیا وہ قتل ہوگا۔

(3)﴿وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ’’اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا‘‘ یعنی میدانِ جنگ سے بھاگنے کے بعد تمہیں دنیا سے تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کا تو موقع دیا جائے گا مگر آخرت برباد ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر ابدی نعمتوں سے محروم کر کے بھاگنے سے تھوڑا فائدہ اٹھانا نفع کا سودا نہیں ہے۔(4) فرار عمروں میں اضافہ نہیں کر سکتا اور جنگ عمر میں کمی نہیں کر سکتی۔

(5) جب تقدیر آجاتی ہے تو تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔

سوال2: منافق فرار کی خواہش کیوں رکھتے ہیں؟

جواب: منافق روحانی طور پر شکست خوردہ اور بزدل ہوتے ہیں منافقوں کو ہر وقت لگتا ہے کہ کوئی مصیبت پیچھا کر رہی ہے اس وجہ سے یہ خوفزدہ اور فرار کی حالت میں ہوتے ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

’’آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے‘‘ (17)

سوال1:﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ’’آپ کہہ دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے یا تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے‘‘ آیت کی روشنی میں واضح کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا اور محروم کرنے والا ہے؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ’’کہہ دو‘‘ اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیں۔

(2)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا﴾ ’’کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے‘‘ جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو کون سا سبب تمہارے کام آئے گا؟ یہ بتاؤ کون تمہیں بچائے گا؟

(3)﴿اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً﴾ ''یاتم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرے'' اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ کرنا چاہے تو کوئی ایسا نہیں جو اس کی عطا کو روک سکے وہی عطا کرنے والا اور وہی محروم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی بھلائی عطا نہیں کرسکتا، اس کے سوا کوئی برائی کو دور نہیں کرسکتا۔

(4)﴿وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی دوست نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا کارساز نہیں پائیں گے جو ان کی سرپرستی کرے یا ان کو نفع پہنچائے۔

(5)﴿وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور کوئی مددگار نہیں پائیں گے'' یعنی وہ کون مددگار ہوگا جو ان سے اس مصیبت کو دور کردے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے ارادہ کیا ہے۔

(6) اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں جس کی قضا و قدر نافذ ہے۔ جس کی ولایت چھوڑ کر کوئی ولی کام نہیں آسکتا۔ جس کی نصرت کو چھوڑ کر کوئی مددگار کام نہیں آسکتا۔

﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' (18)

سوال 1:﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' منافق رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ﴾ ''یقیناً تم میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے'' اللہ رب العزت نے وعید سنائی ہے ان لوگوں کو جو دوسروں کو جنگ میں شامل ہونے سے روک رہے ہیں۔

(2)﴿وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا﴾ ''اور اپنے بھائیوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آؤ'' یعنی ان لوگوں کو جانتے ہیں جو اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو آرام کرنے کے مشورے دے رہے ہیں۔

(3)﴿وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں'' وہ جنگ میں کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ وہ ایمان اور صبر کے معدوم ہونے کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہتے ہیں اور اس لیے کہ ان کے دلوں میں نفاق ہے۔ نفاق بزدلی کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف دور ہوجاتا ہے تو مال کے حریص ہوکر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (19)

سوال 1: ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں چنانچہ جب کوئی خوف آجائے تو آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو'' منافق بزدل اور بخیل ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ﴾ ''تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں'' بخل منافقین کا وصف ہے اس کے بعد ان کی بزدلی کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا۔ بخل اور بزدلی انسان کی دو بہت بری صفات ہیں۔

(2) منافق تمہاری خیر خواہی میں بخیل اور کنجوس ہیں۔ جہاد کے لیے، فقراء اور محتاجوں کے لیے خرچ نہیں کر سکتے۔ (ایسر التفاسیر: 1205،1204)

(3) منافق بزدل ہوتے ہیں خوف کے وقت کانپنے لگ جاتے ہیں۔

(4) ﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ﴾ ''چنانچہ جب کوئی خوف آجائے'' یعنی دشمنوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کے خوف کی یہ حالت ہوگئی ہے۔

(5) ﴿رَاَيْتَهُمْ﴾ ''آپ انہیں دیکھتے ہیں'' اے رسول ﷺ آپ انہیں دیکھو گے۔

(6) ﴿يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے ہیں۔

(7) ﴿تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ﴾ ''ان کی آنکھیں گھومتی ہیں'' اور ادھر ادھر خوف اور مایوسی سے دیکھتے ہیں۔

(8) ﴿كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''اس شخص کی طرح جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو'' جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے۔ منافق بزدلی اور خوف کی تصویر ہے اس کا سبب اس کا کفر اور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور بعث اور جزا پر ایمان نہ لانا ہے۔

سوال 2: ﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو مال کے حریص ہو کر تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق چرب زبان اور مال کے حریص ہوتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ﴾ ''پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے تو'' یعنی جب جنگ کے بادل ہٹ جاتے ہیں اور امن قائم ہو جاتا ہے۔

(2) ﴿سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ﴾ ''تیز زبانوں کے ساتھ آپ کو تکلیف دیتے ہیں'' منافق ایسے موقع پر چرب زبانی سے شیخیاں بگھارتے ہیں۔ اور بار بار یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم نے جنگ میں بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔

(3) ﴿اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ﴾ ''مال کے حریص ہو کر'' مال غنیمت کے سخت حریص ہوتے ہیں۔ بخل اور حرص کے مارے سارا مال ہتھیانا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بخیل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں بخیل ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں بخیل ہوتے ہیں منافق کیا ہے سراپا بخل سراپا بزدلی۔

سوال 3: ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' منافقوں کے اعمال ضائع کر دیئے گئے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب (1) ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا﴾ ''وہ لوگ ایمان نہیں لائے'' منافق ایمان نہیں رکھتے۔

(2) ﴿فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال قبول نہیں کیے۔ ان کا ثواب ضائع کر دیا کیونکہ مشرک کے اعمال باطل ہوتے ہیں۔ ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ پر ان کے اعمال کو ضائع کر دینا بہت آسان ہے۔

(3) منافقوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں کو بخل سے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ بھلائی کے ہر راستے میں اپنا مال نچھاور کرتے ہیں۔ وہ اپنا علم بھی خرچ کرتے ہیں، اپنی جاہ بھی خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے اپنے بدن کو بھی خرچ کرتے ہیں۔

﴿يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آ جائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ

تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' (20)

سوال 1: ﴿یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں اور اگر فوجیں پھر آجائیں تو وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں، کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' منافقوں کی بزدلی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا﴾ ''وہ سمجھتے ہیں کہ فوجیں ابھی نہیں گئیں'' منافقوں کو اس بات کا یقین نہیں آتا کہ حملہ آور چلے گئے ہیں ان کا خیال ہے کہ دور ہٹ گئے ہیں بعد میں حملہ کریں گے۔

(2) ﴿وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ﴾ ''اور اگر فوجیں پھر آجائیں تو'' اگر لشکر دوبارہ آجائیں۔

(3) ﴿یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ﴾ ''وہ پسند کریں گے کہ کاش واقعی وہ بدوؤں کے ساتھ بادیہ نشین ہوں'' ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ مدینہ سے باہر جنگلوں میں دیہاتیوں کے ساتھ ہوتے۔

(4) ﴿یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ﴾ ''کہ وہ تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھتے رہتے'' تمہاری خبریں اور تمہارے حالات جانتے رہتے کہ جنگ کا کیا انجام ہوا؟ کیا لشکر جیتے ہیں یا نہیں!

(5) ﴿وَلَوْ كَانُوْا فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا﴾ ''اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے تو بہت ہی کم لڑتے'' اگر یہ تمہارے درمیان ہوتے تو جنگ نہ کرتے بس دکھانے کے لیے کچھ ہاتھ پاؤں مارتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے سارے حالات معلوم ہیں۔ ہلاکت اور بربادی ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں جن کی موجودگی اہمیت کی حامل ہوتی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس گمان سے کہ لشکر ابھی نہیں گئے کیا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے خوف اور بزدلی کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ کافر ناکام ہو کر جاچکے لیکن ان کا یہ گمان ہے کہ شاید ابھی بھی وہ اپنے مورچوں اور خیموں میں موجود ہیں ان کے دلوں کے کھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾

''بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی

اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو" (21)

سوال 1: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ "بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو" اتباع رسول ﷺ کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ "بلاشبہ یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے بہترین نمونہ ہے" (i) رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ثابت قدم رہے آپ کی ثابت قدمی میں دوسروں کے لیے نمونہ ہے۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کے صبر میں نمونہ ہے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے، آپ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا، آپ ﷺ کا دانت شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی غرض آپ ﷺ زندگی کے ہر شعبے میں صبر کی لازوال مثال ہیں ان کے صبر میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے (iii) رسول اللہ ﷺ کی خوش خبریوں میں بھی ہمارے لیے نمونہ ہے رسول اللہ ﷺ پتھروں کی چمک میں اسلامی انقلاب کی وسعتیں دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے خوش خبری سنائی تھی جب آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر پتھر پر وار کیا اُس کے نیچے سے دو دفعہ چمک نکلی تو آپ ﷺ نے مستقبل کا نقشہ واضح کیا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ لگیں گے اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں یقین اور اُمید کے چشمے پھوٹ نکلے۔ (iv) رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور توکل میں سب کے لیے نمونہ ہے۔

(2) یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع کے وجوب پر صریح اور قوی دلیل ہے۔ ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ "اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔" (الاحزاب:22) (تیسیر القرآن:3/570-571)

(3) اس آیتِ کریمہ سے اہلِ اصول نے رسول اللہ ﷺ کے افعال کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے اصول یہ ہے کہ احکام میں آپ ﷺ کا اسوۂ حجت ہے جب تک کسی حکم پر دلیل شرعی قائم نہ ہو جائے کہ یہ صرف آپ کے لیے مخصوص ہے۔ اسوہ کی دو اقسام ہیں: اسوۂ حسنہ اور اسوۂ سیئہ پس رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کے اسوۂ کی اقتدا کرنے والا اس راستے پر گامزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور وہ ہے صراطِ مستقیم۔ رہا آپ ﷺ کے سوا کسی دیگر ہستی کا اسوۂ تو اس صورت میں اگر وہ آپ کے اسوۂ کے خلاف ہے تو یہ "اسوۂ سیئہ" ہے مثلاً جب انبیاء و رسل مشرکین کو اپنے اسوۂ کی پیروی کی دعوت دیتے تو وہ جواب میں کہتے "اسوۂ حسنہ کی صرف وہی لوگ پیروی کرتے ہیں جن کو اس کی توفیق بخشی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور یومِ آخرت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ ان کا سرمایۂ ایمان، اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا ڈر انہیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2135,2136)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (۱۵۷) قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ (۱۵۸)﴾ ”جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آ ؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“ (الاعراف: 158,157)

(5) ﴿قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ”آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔“ (آل عمران: 31)

(6) ﴿مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ وَمَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ۚ وَمَا نَهٰىکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ﴾ ”جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں (کے مال) سے لوٹا دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان وہ گردش کرنے والا نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔“ (الحشر: 7)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی کام کیا جس سے بعض لوگوں نے پرہیز کرنا اختیار کیا جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں، واللہ! میں ان سے

زیادہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھتا ہوں اوران سے زیادہ خشیت رکھتا ہوں۔" (بخاری:7301)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو دوسرے لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی، پھر آپ ﷺ نے پھینک دیا اور فرمایا: "کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ اور لوگوں نے انگوٹھیاں پھینک دیں۔" (بخاری:7297)

(9) "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا تھا، اس اندیشہ سے (اس کام کو چھوڑ دیتے تھے) کہ لوگ بھی اس کام کو کریں گے تو کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔" (بخاری:1128)

(10) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور مقتدی بہت ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے، لیکن آپ ﷺ باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہارا جمع ہونا دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے۔" (بخاری:1129)

(11) ﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ "ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو" آپ ﷺ کے ہر قول اور ہر فعل کی پیروی صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور آخرت کے دن کی امید رکھتے ہیں۔

(12) رسول اللہ ﷺ کی مبارک عادات کو وہ لوگ اپنے لیے نمونہ بناتے ہیں جن کا سرمایہ ایمان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ جو اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(13) رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو رب کی رحمتوں اور برکتوں کی امید رکھتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے، آخرت پر یقین رکھتے ہیں، جو یقین رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا واجب ہے، جو کسی پر سے ساقط نہیں ہوتی۔

(14) ﴿وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرے" جو تمام اوقات اور ہر طرح کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کی ذات کو نمونہ بنانے کا حکم جنگ کے لیے ہے یا عام ہے؟

جواب: یہ حکم عام ہے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانا ضروری ہے عقیدے میں، عبادت میں، معیشت، معاشرت اور سیاست میں۔ زندگی کے ہر میدان میں آپ کے اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے۔

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ

﴿وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾

''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' (22)

سوال: ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' مومنوں کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ﴾ ''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا'' رب العزت نے لشکروں کو دیکھ کر منافقوں کی حالت کو بیان کرنے کے بعد مومنوں کی حالت بیان فرمائی ہے جن کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید ہے جو آخرت کی ملاقات کا اور اچھے انجام کا یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے جب لشکروں کو دیکھا تو کہا:

(2) ﴿قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔'' ان ہی لشکروں پر فتح پانے اور انہیں شکست دینے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ ہم سے اسی آزمائش کا وعدہ کیا گیا جس کے پیچھے فتح ہے۔

(3) ﴿وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا'' مومنوں نے کہا کہ ہم وہی کچھ دیکھ رہے ہیں جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی۔

(4) ﴿وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا'' آزمائش نے ان کے ایمان اور ان کی تسلیم ورضا میں اور اضافہ کر دیا۔ (5) ان کے دلوں میں ایمان بڑھ گیا اور جوارح میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت بڑھ گئی۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔

(7) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی

مدد قریب ہی ہے''۔(البقرۃ:214)

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کررہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا''(23)

سوال1:﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کررہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' مومن وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی غداری اور عہد شکنی کا ذکر کیا تو اہل ایمان کا ذکر فرمایا کہ وہ وفادار اور ایفائے عہد کرنے والے ہیں فرمایا کہ(2)﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ﴾''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا''مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے عہد کو پورا کیا۔ وہ قول کے پکے اور وفادار ہیں، وہ ایفائے عہد کی خاطر جانیں نچھاور کرنے والے ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہیں، جنہوں نے جام شہادت نوش کر کے اپنے عہد کو پورا کیا۔

(3)سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم قرآن مجید کو مصحف کی صورت میں جمع کررہے تھے تو مجھے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت (کہیں لکھی ہوئی) نہیں مل رہی تھی میں وہ آیت رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے سن چکا تھا۔ آخر وہ مجھے سیدنا خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی جن کی شہادت کو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے دو مومن مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾"اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔"(بخاری:4784)

(4)ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے کیئے ہوئے وعدے پورے کیئے اور جان کی بازی لگا دی اور خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے پر چلایا۔

(5)﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ﴾''چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کردی ہے''یعنی ایمان والوں میں سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنا ارادہ پورا کیا ان پر جو حق تھا وہ انہوں نے ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔

(6)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا، جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ

ہو سکے، تو یہ امر ان پر بہت شاق گزرا انہوں نے کہا، میں رسول اللہ ﷺ کی پہلی لڑائی سے غائب رہا اب اگر اللہ تعالیٰ دوسری کسی لڑائی میں مجھے آپ ﷺ کے ساتھ شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں وہ اس کے سوا کچھ اور کہنے سے ڈرے پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد کی لڑائی میں شریک ہوئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے ابو عمرو! کہاں جا رہے ہو؟ پھر کہنے لگے، مجھے تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (لڑائی کے بعد دیکھا) تو ان کے بدن پر اسی (80) سے زائد تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے ان کی بہن یعنی میری پھوپھی سیدہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا، مگر ان کی انگلیوں کی پوریں دیکھ کر (کیونکہ سارا بدن زخموں سے چور تھا) اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''مومنوں میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے سچ کیا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا چنانچہ اُن میں سے کچھ نے اپنی نذر پوری کر دی ہے اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' (الاحزاب:23)(مسلم:4918)

(7) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ ''اور اُن میں سے ہے جو انتظار کر رہا ہے'' یعنی ایمان والوں میں سے ایسے بھی ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں۔

(8) ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ ''اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی، ذرا بھی تبدیلی کرنا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو تبدیل نہیں کیا جیسے منافق بدلے مومن نہیں بدلے۔

سوال 2: مسلمان ہر حال میں کیسے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟

جواب: (1) اگر فتح ملے تو کامیاب۔ (2) اگر شہادت ملے تو کامیاب۔

﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (24)

سوال 1: ﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا اُن کی توبہ قبول کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' خوف اور مصائب سے امتحان مطلوب ہے۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ ”تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے“ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف اور مصائب کی بھٹی میں ڈال کر آزماتا ہے تا کہ کھرے کھوٹے کو، اچھے برے کو الگ کر دے اور ہر ایک کا حال اس کے ذاتی کاموں سے لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ یہ مومن ہے یہ منافق، یہ وفادار ہے اور یہ غدار، یہ ایمان دار ہے اور یہ خائن اور یہ سچا ہے اور یہ جھوٹا۔

(2) اللہ تعالیٰ لوگوں کو وجود میں لانے سے پہلے بھی ان کے احوال کے بارے میں جانتا ہے لیکن وہ اپنے علم پر جزا سزا نہیں دیتا جب تک کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہ کر لیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ ”اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمہارے احوال کو جانچ لیں۔“ (محمد:31)

(4)﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ”اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور کبھی ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے“ (آل عمران:179)

(5) اللہ تعالیٰ لوگوں کے اپنے ساتھ معاملے میں ان کے صدق اور ظاہر و باطن کے ایک ہونے کے سبب جزا دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:
﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (المائدہ:119)

(6) اللہ تعالیٰ نے آزمائشیں اس لیے رکھی ہیں کہ سچا جھوٹا نکھر کر سامنے آجائے۔

(7)﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَاۗءَ﴾ ”اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے“ یعنی وہ لوگ جو آزمائش آنے کے بعد بدل جاتے ہیں وہ عہد شکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور ہدایت نہ دے اگر اللہ تعالیٰ عذاب دے تو اسے علم ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں اس لیے وہ انہیں ہدایت کی توفیق نہیں دے گا۔

(8)﴿اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ”یا اُن کی توبہ قبول کرے“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دینا چاہے گا تو وہ انہیں توبہ اور انابت کی توفیق

دے گا وہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔

(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا“ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی بخش دیتا ہے جن کے گناہ بہت زیادہ ہوں مگر وہ توبہ کر لیں۔

(10)﴿رَّحِيْمًا﴾ ”نہایت رحم والا ہے“ (i) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے پھر توبہ قبول کرتا ہے پھر گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا کرتے ہیں۔(iii) اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دیتے ہیں وہ رحیم ہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ گناہوں کو ڈھانپ دیتا ہے ان پر رحم کرتا ہے، انہیں ایمان کا رزق دیتا ہے، توبہ کی توفیق دیتا ہے، توبہ کے بعد انہیں گناہ کی سزا نہیں دیتا۔

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔“ (مسلم:6965)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احزاب کی کیا حکمت بیان کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کوئی واقعہ یوں ہی نہیں پیش آ جاتا۔ مقررہ وقت پر آتا ہے اس کے پیچھے بامقصد تدبیر ہوتی ہے جس کے نتائج نکلتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو سچائی کی جزا دینا چاہتا ہے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے توبہ قبول کر لے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آزمائش میں ڈالنا ناگزیر خیال کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے واضح کیا ہے کہ جو لوگ عہد پورا نہیں کرتے ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور جو لوگ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ

وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾

”اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے“ (25)

سوال1:﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے غصے کے ساتھ ہی لوٹا دیا وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' غزوۂ احزاب کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسان کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں لوٹا دیا'' رب العزت نے غزوۂ احزاب کے موقع پر احسان عظیم فرمایا: ''ہوا اور غیبی لشکر بھیج کر کافروں کا زور توڑ کر رکھ دیا اگر نبی رحمت ﷺ نہ ہوتے تو یہ ہوا انہیں قوم عاد کی طرح اٹھا اٹھا کر پٹخ دیتی اور ان کا بھرکس نکال دیتی لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔'' (الانفال:33) (2) وہ قریش، کنانہ، اسد اور غطفان قبائل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا۔

(3)﴿بِغَيْظِهِمْ﴾ ''ان کے غصے کے ساتھ'' یعنی انہیں مومنوں پر فتح حاصل نہ ہو پاتی وہ اس صدمے سے اور غم اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس چلے جاتے وہ غیظ وغضب سے بھرے ہوئے تھے اور یقینی طور پر اپنے آپ کو فتح پر قادر سمجھتے تھے اس لیے کہ ان کے پاس وسائل تھے ان کی بڑی بڑی فوجوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کی جتھے بندیوں نے ان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا انہیں اپنی عددی برتری اور حربی ساز وسامان پر بڑا ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت طوفانی ہوا بھیجی جس نے ان کے عسکری مراکز کو تلپٹ کر دیا، ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا، ان کی ہانڈیوں کو الٹ دیا، ان کے حوصلوں کو توڑ دیا، ان پر رعب طاری کر دیا اور وہ انتہائی غیظ وغضب کے ساتھ پسپا ہو گئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کی نصرت تھی۔ (تفسیر سعدی:2139,2138/3)

(4)﴿لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا﴾ ''وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے'' انہیں فتح حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ سخت حریص تھے۔

(5)﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ ''اور مومنوں کی طرف سے قتال میں اللہ تعالیٰ کافی ہوگیا'' رب العزت نے لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی اللہ تعالیٰ نے خود لشکروں کو پیچھے ہٹا دیا اور مومنوں کی طرف سے وہ لڑنے کے لئے کافی ہوگیا اللہ تعالیٰ کی قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

(6)﴿وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے امر میں قوی اور انتقام لینے پر غالب ہے۔ (جامع البیان:184/2) جو کوئی اس پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے، جو کوئی اس سے مدد مانگتا ہے اسے غلبہ نصیب ہوتا ہے، وہ جس امر کا ارادہ کرتا ہے کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ اپنی قوت وعزت سے اہل قوت وعزت کی مدد نہ کرے تو ان کی قوت وعزت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ (تفسیر سعدی:2139,2138/3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَاۗءَتْكُمْ

جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الاحزاب:9)

(7) اللہ تعالیٰ قوت والا ہے اُس نے بڑے لشکروں کا اپنی آندھی سے رخ پھیر دیا وہ یقیناً قوی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ غالب ہے وہ طاقت رکھنے کے باوجود مسلمانوں کو ختم کرنے کی حسرت کے باوجود کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ لوٹانے والا ہے وہ یقیناً عزیز ہے۔

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو فتح سے نوازا۔ اپنے بندے محمد ﷺ کی مدد فرمائی۔ اکیلے نے اتحادیوں کو بھگا ڈالا۔ اللہ کے بعد کوئی شے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی۔'' (بخاری:4114)

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا﴾

''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے'' (26)

سوال: ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا﴾ ''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے'' بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ﴾ ''اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کافروں کی مدد کی، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا'' رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپسی پر ابھی غسل ہی کر سکے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے اُنہوں نے کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ابھی فرشتوں نے نہیں رکھے اب بنو قریظہ کے ساتھ نمٹنا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں میں اعلان کروایا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھنی ہے ان کی آبادی مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر تھی وہ اپنے قلعوں پر بند ہو گئے مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا بالآخر اُنہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم

تسلیم کرلیا اُنہوں نے فیصلہ دیا کہ لڑنے والے لوگوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے اوران کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فیصلہ ہے اس کے مطابق ان کے جنگ جو افراد کو قتل کر دیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری، باب غزوۃ الخندق)

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان اہل کتاب کو جنہوں نے کافروں کی مدد کی ان کے قلعوں سے مغلوب کر کے نیچے اتار دیا۔

(3) بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی اور انہوں نے لشکروں سے الحاق کر لیا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جس کو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

(4) ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ ''اور اُس نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا'' رب العزت نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ ان میں لڑنے کی قوت ہی نہ رہ گئی اور صورت حال یہ ہوگئی۔

(5) ﴿فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ ''اُن کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو'' یعنی جتنے لڑائی کے قابل مرد تھے سب کو تم قتل کر رہے تھے۔

(6) ﴿وَتَأْسِرُوْنَ فَرِيْقًا﴾ ''اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے تھے'' جو لوگ لڑائی کے قابل نہیں تھے یعنی عورتیں اور بچے مسلمان انہیں قیدی بنا رہے تھے یوں بنو قریظہ قتل ہو رہے تھے عہد شکنی کی سزا عبرت ناک ہے۔ پوری قوم کا انجام قتل یا قید کون ہے جو اللہ رب العالمین پر یقین رکھتا ہو اور اس کے باوجود عہد شکنی کرنا چاہتا ہو؟

﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾

''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنا دیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اُس نے تمہیں اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُن کے مالوں کا اور اس زمین کا وارث بنا دیا جس کو تم نے پامال نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' بنو قریظہ کی زمین ان کے گھروں اور مالوں کے مالک بدل دیے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْرَثَكُمْ﴾ ''اور اُس نے تمہیں وارث بنا دیا'' یعنی رب العزت نے تمہیں غنیمت میں عطا فرما دیا۔

(2) ﴿اَرْضَهُمْ﴾ ''اُن کی زمین کا'' یعنی ان کی زرعی زمینوں کو۔ (3) ﴿وَدِيَارَهُمْ﴾ ''اور اُن کے گھروں کا'' اور ان کی رہائش گاہوں

کو۔(4)﴿وَاَمْوَالَهُمْ﴾ ''اوراُن کے مالوں کا'' اوران کے منقولہ وغیر منقولہ اموال کو۔

(5)﴿وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا﴾ ''اورزمین کا جس کو تم نے پامال نہیں کیا'' یعنی خیبر کی زمین کو 6 ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد جب خیبر فتح ہوا تب عطا فرمائی۔

(6)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے، اپنے لطف کرم سے مومنوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور اپنی نعمتیں عطا فرمائیں اور ایمان والوں کے دشمنوں کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے اولیاء کی مدد اور دشمنوں کی ہزیمت پر پوری طرح قادر ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بنی قریظہ کو عہد شکنی کی کیا سزا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان کی زمینوں گھر بار اور مال کا وارث کر دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اور کون سی زمینوں کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے خیبر کی زمین کا وارث کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے مکہ کی زمین کا مسلمانوں کو وارث کر دیا۔ (3) اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس مسلمانوں سے فتح کروائے۔ (4) اس سے مراد وہ ساری زمینیں ہیں جن کو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے۔

رکوع نمبر 4

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں'' (28)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں'' رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو جو اختیار دیا، چاہو تو دنیا اختیار کر لو، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ

اپنی ازواج سے کہہ دیں کہ میں دو باتوں کا اختیار دیتا ہوں جس کو چاہو پسند کر لو۔

(2) اس آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ کے عقد میں اس وقت نو بیویاں تھیں۔ پانچ قریش میں سے سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ اُم حبیبہ، سیدہ سودہ اور سیدہ اُم سلمٰی رضوان اللہ علیھن چار قریش کے علاوہ تھیں سیدہ صفیہ، سیدہ میمونہ، سیدہ زینب اور سیدہ جویریہ رضوان اللہ علیھن۔ (تفسیر منیر:315/11)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ ''کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو'' یعنی اگر تمہیں دنیا اور اس کی خوب صورتیاں لبھاتی ہیں اور تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو اور دنیا کے نہ ہونے پر ناراض ہو۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب اجازت ملی تو وہ اندر گئے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی، ان کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کی بیویاں غمگین اور خاموش بیٹھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم ﷺ خوش ہو جائیں۔ انہوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش آپ دیکھتے خارجہ کی بیٹی کو (یعنی میری بیوی کو) کہ اگر وہ مجھ سے خرچ مانگتی تو میں اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں تو سیدنا ابو بکر ﷺ کھڑے ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی، جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک مہینہ یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔ (مسلم:3690)

(5) ﴿فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ﴾ ''تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں'' یعنی میرے پاس جو کچھ ہے میں وہ تمہیں عطا کر دیتا ہوں۔

(6) ﴿وَاُسَرِّحْكُنَّ﴾ ''اور تمہیں رخصت کر دوں'' یعنی میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں، الگ کر دیتا ہوں۔

(7) ﴿سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اچھے انداز سے'' کسی ناراضگی کے بغیر خوش دلی سے میں تمہیں الگ کر دیتا ہوں۔

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے نبی سے کب نان و نفقہ کا مطالبہ کیا؟

جواب: جب مسلمانوں نے بہت علاقے خیبر، فدک وغیرہ فتح کیے تو مسلمانوں کے حالات کچھ بہتر ہوئے اُنہوں نے انصار اور مہاجرین کی خواتین کی طرح رسول اللہ ﷺ سے نان و نفقہ کا مطالبہ کیا۔

سوال 3: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے رسول اللہ ﷺ سے نان و نفقے کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے اندر انسان ہونے کے ناطے انسانی خواہشات موجود تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیے۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ نے اس مطالبے پر کس ردعمل کا اظہار کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی سادگی پسند طبیعت پر یہ مطالبہ ناگوار گزرا آپ ﷺ نے بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ایک مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

سوال 5: آیت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور کہا کہ اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی بجائے والدین سے مشورہ کر کے کوئی قدم اُٹھانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں مشورہ کرلوں؟ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ (صحیح بخاری، تفسیر الاحزاب)

سوال 6: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اختیار پا کر کیا کیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اختیار پا کر رسول اللہ ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا دنیا کے عیش و آرام کو ترجیح نہیں دی۔

سوال 7: مرد جو علیحدگی کا اختیار عورت کو دیتا ہے کیا اُسے طلاق کہتے ہیں؟

جواب: (1) علیحدگی کے اختیار کے بعد اگر عورت علیحدگی اختیار کرلے تو پھر طلاق واقع ہوگی۔ لیکن یہ رجعی طلاق ہوگی۔

(2) اگر عورت علیحدگی اختیار نہ کرنا چاہے تو طلاق نہیں ہوگی جیسے ازواج مطہرات نے علیحدگی کی بجائے رسول اللہ ﷺ کیساتھ رہنے کو اختیار کیا تھا تو اس اختیار کو طلاق شمار نہیں کیا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب الطلاق)

سوال 8: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو کیا اختیار دیا گیا تھا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے یہ کہا گیا تھا کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں کچھ دے دلا کر رخصت کردوں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' (29)

سوال1:﴿وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کا اختیار دینا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو'' نبی ﷺ نے اپنی ازواج کو دوسرے معاملے کا اختیار دیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو جب تم آخرت سے محبت کرو گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرو گی تو تمہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ کر جو تنگی ہے اسے برداشت کرنا ہوگا۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف احسان پر اجر مرتب کیا ہے کیونکہ اس اجر کا سبب اور موجب یہ نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں بلکہ اس کا موجب یہی وصف ہے، احسان کا وصف معدوم ہوتے ہوئے مجرد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہونا کافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا۔ تمام ازواجِ مطہرات نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار کر لیا ان میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہی۔ اس تخییر سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کے لیے اہتمام کرنا اور اس پر غیرت کا اظہار کرنا، آپ کا ایسے حال میں ہونا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات کے بہت سے دنیاوی مطالبات کا آپ ﷺ پر شاق گزرنا۔ (ii) اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے حقوق کے بوجھ سے سلامت ہونا، اپنے آپ میں آزاد ہونا، اگر آپ ﷺ چاہیں تو عطا کریں اور اگر چاہیں تو محروم رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ''نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے۔'' (الاحزاب:38) (iii) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ان امور سے منزہ ہونا جو اگر ازواجِ مطہرات میں ہوتے مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر دنیا کو ترجیح دینا تو آپ ﷺ ان کے قریب نہ جاتے۔ (iv) آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کا گناہ اور کسی ایسے امر سے تعرض سے سلامت ہونا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تخییر کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی ناراضگی کو ختم کر دیا جو آپ ﷺ کی ناراضگی کا موجب تھی۔ آپ ﷺ کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی عذاب کی موجب ہے۔ (v) ان آیاتِ کریمہ سے ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کی رفعت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی عالی ہمتی کا اظہار ہوتا ہے کہ انہوں نے دنیا کے چند ٹکڑوں کو

چھوڑ کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو اپنا مطلوب و مقصود اور اپنی مراد بنایا یعنی اگر آخرت کا گھر تمہارا مطلوب و مقصود ہے اور جب تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور آخرت حاصل ہو جائیں تو تمہیں دنیا کی کشادگی اور تنگی، اس کی آسانی اور سختی کی پروانہ ہو اور تم اسی پر قناعت کرو جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے میسر ہے اور آپ ﷺ سے ایسا مطالبہ نہ کرو جو آپ ﷺ پر شاق گزرے۔ (vi) ازواجِ مطہرات کا اس اختیار کے ذریعے سے ایک ایسے معاملے کو اختیار کرنے کے لیے تیار ہونا جو جنت کے درجات تک پہنچاتا ہے نیز اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔(vii) اس آیتِ کریمہ سے نبی ﷺ کے اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کے درمیان کامل مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کامل ترین ہستی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ''آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی کامل اور پاک عورتیں ہوں۔'' رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔'' (النور:26) (viii) یہ تخییر قناعت کی داعی اور اس کی موجب ہے۔ جس سے اطمینانِ قلب اور انشراح صدر حاصل ہوتا ہے، لالچ اور عدم رضا زائل ہو جاتے ہیں جو قلب کے لیے قلق، اضطراب اور غم کا باعث ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2142,2141/3)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ لہٰذا میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی! تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے کیا مطلب اے خطاب کے بیٹے! تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔ کہتے ہیں کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے حفصہ! نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے لگیں؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تم کو طلاق دے چکے ہوتے۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا، وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے کچھ رو رہے ہیں میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اٹھ کر اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ ﷺ فروکش تھے، میں نے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا تھا کہ عمر کے لیے اجازت مانگ اس نے اندر جا کر رسول اللہ ﷺ سے بات کی پھر باہر نکلا تو کہنے لگا، میں نے آپ ﷺ سے تمہارا ذکر کیا لیکن آپ ﷺ خاموش رہے۔ چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا اور میں بالا خانے کے پاس گیا اور اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن

پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا، رنج نے غلبہ کیا، اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اجازت مانگ! لیکن اب کے پھر وہی ہوا۔ آخر میں پیٹھ موڑ کر (مسجد کی طرف) چلا اس وقت غلام نے مجھے پکارا اور کہا، رسول اللہ ﷺ نے تم کو اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر میں آپ ﷺ کے پاس گیا۔ آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی کھڑے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پوچھا، کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے آپ ﷺ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دیکھیے! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں یہ سن کر آپ ﷺ مسکرائے پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش! آپ ﷺ ملاحظہ فرماتے کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا تو اپنی ہمجولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی یہ سن کر آپ ﷺ پھر مسکرائے جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ ﷺ کی امت کو فارغ البالی عطا فرمائے، ایران اور روم کے لوگ مال دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت دے رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ اس وقت آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تم پر شک ہے؟ ان لوگوں کو تو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد دے دی گئی ہیں۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو کیا میں اتروں اور ان کو خبر دے دوں کہ آپ ﷺ نے ان کو طلاق نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم چاہو۔ میں آپ ﷺ سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ﷺ ہنسے، یوں کہ آپ ﷺ کے دانت دکھائی دیے، آپ ﷺ کی ہنسی تمام لوگوں کی ہنسی سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ ﷺ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بالا خانے میں انتیس دن رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انتیس دن کے بعد آپ ﷺ پہلے میرے پاس آئے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ!

آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس ہی راتیں گزری ہیں، میں ان کو گنتی رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ انتیس دن کا ہے اور وہ مہینہ انتیس دن ہی کا تھا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار کی آیت نازل کی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھ ہی سے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے جدا ہونے کی کبھی رائے نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (۲۸) وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (۲۹)﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال و متاع دے دوں اور اچھے انداز سے تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''میں نے عرض کی، کیا میں اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ (بخاری:2468)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو دنیا کے مقابلے میں اور کس چیز کی پیش کش کی گئی؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو اختیار دیا گیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کا گھر چاہیں تو نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' (30)

سوال 1: ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور

اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے بہت ہی آسان ہے'' ازواجِ مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی ہے۔

(2)﴿مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ ''تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی'' جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو اختیار فرمالیا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں کا سا نہیں ہے۔ تمہارا معاملہ خاص ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو یا کوئی بداخلاقی ہو۔

(3)﴿يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ ''اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا'' یعنی دوگنا سزا دی جائے گی۔

(4)﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر یہ کام ہمیشہ سے، بہت ہی آسان ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سارے کام آسان ہیں۔ (5) ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کا مقام اونچا ہے۔ سزا اس لیے ہے تا کہ مقام اونچا رہے۔

(6) جس طرح آپ ﷺ سے شرک کا صدور ممکن نہیں اس طرح نبی کی بیویوں سے زنا کا ارتکاب بھی ممکن نہیں اور یہ اندازِ خطاب تاکیدِ مزید کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ (تیسیر القرآن:578/3)

سوال2: ﴿فَاحِشَةٍ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ﴿فَاحِشَةٍ﴾ کا لفظ زِنا کے لیے استعمال ہوا ہے اور ''فاحشہ'' نکرہ کی صورت میں استعمال ہو تو اس کے معنی نامناسب رویے اور بداخلاق کے ہیں۔

سوال3: ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کو خاص طور پر نامناسب رویے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کے نامناسب رویے سے نبی ﷺ کو ایذاء پہنچتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا کفر ہے اس لیے انہیں خاص طور پر نامناسب رویے پر وعید سنائی گئی۔

سوال4: ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کو دوہری سزا کی وعید کیوں سنائی گئی؟

جواب: ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن پاکباز خواتین تھیں۔ پاک لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں اس لیے انہیں دوہرے عذاب کی وعید سنائی گئی۔

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾

''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے

اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾
''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گی''یعنی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت شعار ہو گی اور اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گی اور کسی کام میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔

(2) ﴿وَتَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کرے گی'' فرائض کی پابندی کرے گی اور نوافل اور دیگر بھلائیوں کا اہتمام کرے گی خواہ تھوڑا یا زیادہ۔

(3) ﴿نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ ''اُس کو ہم اُس کا دوبارا اجر دیں گے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کا مقام اور مرتبے کے مطابق ان کا اجر دوگنا ہوگا۔

(4) ﴿وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ ''اور اُس کے لیے ہم نے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کو جنت کی بشارت ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کی، اعمال صالح کیے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوں گی۔ جو جنت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ یا ارحم الراحمین! اعلیٰ علیین والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور اس مقام اور مرتبے تک پہنچا دے، یقیناً تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو رب عرش عظیم ہے۔ (آمین)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کے لیے نیکیوں کا دوہرا اجر کیوں ہے؟

جواب: دوہری ذمہ داری کی وجہ سے جیسے گناہوں کا وبال دوگنا ہوگا ایسے ہی نیکیوں کا دوہرا اجر ہوگا۔

سوال 2: قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: قنوت کے معنی خشوع و خضوع اطاعت اور عمل صالح ہیں۔

سوال 3: اعمال صالح سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیک اعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہے مثلاً ہر وقت تمام اعضاء، زبان، ہاتھ، پاؤں Gestuers وغیرہ کو کنٹرول رکھنا۔ Interpersonal Relationship درست رکھنا۔ پوری سوسائٹی کی Overall

ذمہ داریاں ادا کرنا۔

سوال4: رزق کریم کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے؟

جواب: دنیا میں نیکیوں کا دہرا اجر ہے اور آخرت میں رزق کریم۔

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (32)

سوال1: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو گفتگو کے جو آداب سکھائے گئے ان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ﴾ ''اے نبی کی بیویو!'' رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ ''تم عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو'' تمہارا مقام عام عورتوں جیسا نہیں، تمہارا مرتبہ عظیم ہے، تمام عورتوں پر تمہیں فوقیت حاصل ہے تم امہات المومنین ہو کوئی عورت تمہارے درجے کو نہیں پہنچ سکتی کہ تم خاتم النبین کی ازواج ہو۔ اپنی قدر پہچانو اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت میں دوسری عورتوں سے بڑھ جاؤ۔

(3) ﴿اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہو'' اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جاؤ۔

(4) ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ﴾ ''تو بات میں نرمی اختیار نہ کیا کرو'' مردوں کے ساتھ گفتگو میں، تم ان کے ساتھ براہ راست مخاطب ہو یا وہ تمہاری گفتگو سن رہے ہوں تو تم دھیمے لہجے میں، رغبت دلانے والی نرم کلامی نہ کرو۔

(5) یعنی نرم کلامی سے منع نہیں کیا: بلکہ ایسی نرم کلامی ممنوع ہے جس میں مرد کے لیے عورت کی اطاعت اور اس کے انکسار کی جھلک ہو۔ اطاعت مند اور جھکنے والے کے بارے میں کسی قسم کا طمع کیا جا سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جو کوئی ایسے نرم لہجے میں بات کرتا ہے جس میں اطاعت اور جھکاؤ کی جھلک نہیں ہوتی بلکہ اس میں ترفع اور مدمقابل کے لیے سختی ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2145.2146/3) ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اِنَّهٗ طَغٰی (۴۳) فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی (۴۴)﴾ ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔یقیناً وہ سرکش ہو گیا ہے۔پھر دونوں اس سے نرم بات کہو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔'' (طٰہٰ:44,43)

(6)﴿فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ﴾ ''کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے''یعنی جس کے دل میں نفاق ہے، یا جس کا ایمان کمزور ہے وہ لالچ میں پڑ جائے گا۔

(7) یعنی شہوات زنا کا مرض۔بے شک ایسا شخص تیار رہتا ہے اور کسی ادنیٰ سے محرک کا منتظر رہتا ہے جو اس کو متحرک کر دے کیونکہ اس کا قلب صحت مند نہیں اور صحت مند قلب میں کسی ایسی چیز کی شہوت نہیں ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو۔اس کے قلب کے صحت مند اور مرض سے سلامت ہونے کی وجہ سے اسباب گناہ اسے حرام شہوت کے لئے متحرک کر سکتے ہیں نہ اسے اس کی طرف مائل کر سکتے ہیں، بخلاف اس قلب کے جو مریض ہے۔وہ اس چیز کا متحمل نہیں ہو سکتا جس کا متحمل ایک صحت مند قلب ہو سکتا ہے، وہ اس چیز پر صبر نہیں کر سکتا جس پر ایک صحت مند صبر کر سکتا ہے، لہٰذا اگر ایک ادنیٰ سا سبب بھی اسے حرام کی طرف دعوت دے تو وہ اس کی دعوت پر لبیک کہے گا اور اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔(تفسیر سعدی:2144/3)

(8)﴿وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا﴾ ''اور وہ بات کہو جو اچھی ہو'' (i) رب العزت نے مردوں سے نرم لہجے سے بات کرنے سے روکا ہے تو اس وہم کو بھی دور کیا گیا ہے کہ شاید درشت کلامی کا حکم ہے۔رب العزت نے اسی لیے حکم دیا کہ معروف بات کرو۔جس میں اگر دھیما پن اور نرم کلامی نہیں تو درشت لہجہ اور بد اخلاقی پر مشتمل گفتگو بھی نہیں ہونی چاہیے۔(ii) اسلام عوت کو مرد کے ساتھ ضرورت کے مطابق بات کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر معروف بات ہو۔

سوال 2: جس وقت اسلام آیا اُس دور میں عام عورت کی حالت کیا تھی؟

جواب: (1) جاہلی دور میں عام عورت کو گری ہوئی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔(2) عورت کو محض شہوت رانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

(3) عورت اور مرد کے درمیان تعلق میں حیوانی پہلو کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔

سوال 3: اسلام نے خاندانی تعلقات کی تنظیم کیسے کی؟

جواب: (1) اسلام نے خاندان کو اجتماعی تعلقات کی بنیاد بنایا۔(2) اسلام نے خاندان کو بنیادی نرسری قرار دیا۔

(3) اسلام نے انسانی شخصیات کی تربیت کے لیے اور انسانوں کو پاک اور صاف رکھنے کے لیے، ان کے خیالات اور شعور کو پاک رکھنے کے لیے انتظامات کیے۔(4) اسلام نے خاندان کی روحانی پاکیزگی کے لیے اس تعلق کو عریانیت اور بے راہ روی سے پاک کیا گیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے مثالی گھرانے کو منتخب کر کے اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے بلند مقام کا ذکر کرنے کے بعد اس مقام بلند تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ بتایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھمن پر واضح کردیا کہ وہ مقام بلند تک تقویٰ کے ذریعے پہنچ سکتی ہیں۔

سوال5: تقویٰ کیا ہے؟

جواب: ایسی حالت ہے جس میں ایک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی عظمت اور خوف سے بھر جاتا ہے۔

تقویٰ بندے اور ربّ کے درمیان سچا رشتہ ہے۔

سوال6: تقویٰ کی پابندی کیوں عائد کی گئی؟

جواب: تقویٰ کی وجہ سے ہی یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ آخرت برباد نہ ہوجائے۔ جن دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

سوال7: اسلام نے مثالی گھرانے کے افراد کے تعلقات کی پاکیزگی کے لیے پہلا حکم کیا دیا؟

جواب: عورت کی آواز میں جو فطری دل کشی، نرمی اور نزاکت ہے وہ مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آواز کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے کہ نرم لہجے سے بات نہ کرو۔

سوال8: نرم لہجے سے بات کرنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟

جواب: نرم لہجے سے بات کرنے کی وجہ سے بیمار دلوں اور کمزور اخلاق کے لوگوں کے اندر لہجے کی نرمی سے بُرا خیال پیدا ہوسکتا ہے اور وہ مائل ہوسکتے ہیں۔

سوال9: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھمن کو مخاطب کر کے خاص طور پر نرم لہجے میں بات کرنے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھمن کا رابطہ باربار دوسروں سے ہوتا تھا۔ لوگ دینی اُمور میں راہ نمائی کے لیے ان کے پاس آتے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ نرم لہجے میں بات نہ کرو۔

سوال10: مردوں سے گفتگو کے وقت نرم لہجے کو کیسے کنڑول کیا جائے؟

جواب: مردوں سے گفتگو کے وقت لہجے میں نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن رکھا جائے۔ یہ کام ارادے سے ہوسکتا ہے۔

سوال11: کیا لہجے کی نرمی کو کنٹرول کرنے کے لیے عورت کی آواز کو پردہ بنایا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نرم لہجے پر پابندی عائد کی ہے جو بُرا خیال پیدا کرسکتا ہے مردوں کو عورتوں کی طرف مائل کرسکتا ہے اس کے لیے بات کرنے پر پابندی عائد نہیں کی ظاہر ہے جب بات ہوگی تو آواز آئے گی جب آواز ظاہر ہوگئی تو اس پر پابندی نہیں تو آواز کا پردہ نہیں نرم لہجے پر پابندی ہے۔

سوال12: معروف بات سے کیا مراد ہے؟

جواب: معروف بات سے مراد ایسی بات ہے جس میں کوئی لفظ معروف قاعدے اور اخلاق کے منافی نہ ہو۔

سوال13: معروف بات کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: (1) معروف بات میں لہجہ نرم نہیں ہوتا لہجے میں روکھا پن ہوتا ہے لیکن گفتگو اخلاق کے دائرے کے اندر ہوتی ہے۔

(2) معروف بات میں کوئی منکر بات نہیں ہوتی۔ (3) معروف بات میں گپ شپ نہیں ہوتی۔ (4) معروف بات میں مزاح نہیں ہوتا۔

(5) معروف بات غیر سنجیدہ نہیں ہوتی۔ (6) معروف بات کا موضوع بے راہ روی کی طرف مائل کرنے والا نہیں ہوتا۔

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا'' (33)

سوال1: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے، پوری طرح پاک کرنا''

گھروں میں قرار پکڑنے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو'' یعنی گھر سلامتی اور حفاظت کا مقام ہے۔ گھر میں قرار پکڑیں اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔

(2) قرن کا مادہ اگر 'ق ر ر' سے مشتق قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں قرار پکڑیں۔ اور اگر قرن کا مادہ 'و ق ر' سے مشتق سمجھا جائے تو اس کا مطلب ہے گھروں میں وقار کے ساتھ رہیں۔ دونوں صورتوں کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل گھر ہے۔ عورت گھر سے باہر ضرورت کے تحت جا سکتی ہے، بلا ضرورت نہیں۔

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا گھر سے باہر بے حجاب پھرنا شاق گزرتا تھا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

کے منہ سے سنی تو گھر آکر رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی ایسی گفتگو کی۔ اس وقت آپ ﷺ میرے گھر میں تھے اور بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی آنا شروع ہوگئی، پھر وحی کی حالت موقوف ہوگئی اور ہڈی اسی طرح آپ کے ہاتھ میں تھی جسے آپ ﷺ نے ہاتھ سے رکھا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عورتوں کو ضرورت سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی۔'' (بخاری)

سوال 2: عورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے گھر کو جائے قرار بنایا عورت کے گھر میں رہنے کے کیا فوائد ہیں؟

جواب: (1) عورت اپنی فطرت کے مطابق گھر میں رہنا پسند کرتی ہے گھر میں رہ کر عورت فطری زندگی گزارتی ہے۔

(2) گھر میں رہنے سے عورت غلط کاموں میں مصروف نہیں ہوتی۔

(3) گھر میں رہنے سے عورت معاش کی مشقتوں سے بچتی ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے عورت کا فرض قرار نہیں دیا۔ یہ عورت پر غیر ضروری بوجھ ہے۔ (4) گھر میں عورت وہ کام کرتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا یعنی بچوں کی پرورش اور تربیت کا کام۔

(5) گھر میں عورت شوہر اور بچوں کی خوشیوں کے لیے کوشش کرتی ہے یوں گھر پرسکون بنتے ہیں۔

سوال 3: کیا رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین گھروں سے باہر نکلتی تھیں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین نماز کے لیے نکلتی تھیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے دور میں خواتین ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔

سوال 4: عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار کر کے نہ نکلیں۔ (2) بے حجاب باہر نہ نکلیں۔ (3) خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

(4) سادگی کے ساتھ حجاب میں اس طرح باہر نکلیں کہ نہ زینت کا اظہار ہو نہ خوشبو، پیا مبر بنے، نہ زیورات کے بجنے کی آواز ہو نہ ناز و انداز والی چال ہو نظروں کی اور زبان کی حفاظت ہو۔ راستے کے آداب کا خیال رکھا جائے۔

سوال 5: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو'' جاہلی دور کی طرح زینت کا اظہار نہ کرو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ﴾ ''اور زینت ظاہر نہ کرو'' تبرُّج باب تفعل کا مصدر ہے۔ ﴿تَبَرَّجَتِ الْمَرْاَةُ﴾ لغت میں اس وقت کہا جاتا جب عورت اجنبیوں کو اپنی زینت اور اپنے محاسن دکھلائے اور تَبَرَّجَتِ السَّمَاءُ اس وقت کہا جاتا ہے جب ستاروں کے ساتھ آسمان مزین ہو جائے۔ اور برج الشیء کا لغت میں معنی کسی چیز کا ظاہر ہونا اور بلند ہونا ہے اور البرج کا معنی ستون، قلعہ محل، مینار، گنبد ہے اور البارجۃ بڑی جنگی کشتی کو کہتے ہیں اور ما فلان الا بارجۃ کا معنی ہے یعنی فلاں شخص شریر ہے تو خلاصہ کلام یہ نکلا کہ لغت میں تبرج کہتے ہیں عورت زیب و زیبائش

کے ساتھ اس طرح غیر محرم اور اجنبی لوگوں کے سامنے ظاہر اور بلند ہو جس طرح ستون محل و مینار و گنبد و قلعہ اور جنگی کشتی دور سے نظر آتے ہیں۔ انسان کا دل للچانے لگتا ہے کہ کاش یہ مجھے مل جائے اور اس کے دل میں شرارت اور ہوس سی پیدا ہوتی ہے اور آخر کار دنیا اس کی طمع نظر بن جاتی ہے اور پھر دیوانوں کی طرح وہ دنیا کا پجاری بن جاتا ہے اور دین کو یکسر ترک کرنے لگتا ہے۔ (المعجم الوسیط: 46/2,1)

(2) ''عورت اپنی اس زینت اور محاسن کو ظاہر کرے جس کو چھپانا اس پر واجب ہے تاکہ اس زینت و محاسن کے ظہور کے ساتھ مرد کی شہوت کو طلب اور للکارا جائے اور تاکہ اس ظہور سے مرد کی شہوت کا ابھرنا لازم قرار پائے۔'' (فتح القدیر: 365/4)

(3) ﴿تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ ''پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح'' یعنی زینت کر کے، خوشبو لگا کر بہت زیادہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلا کرو جیسا کہ جاہلی دور کی خواتین نکلتی تھیں جن کے پاس نہ علم تھا، نہ دین۔

(4) تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ سے مراد (i) مجاہد کہتے ہیں جاہلیت میں عورتیں گھروں سے باہر نکل کر مردوں کے اندر پھرتی تھیں۔ یہ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ ہے۔ (ii) قتادہ کہتے ہیں ناز و انداز سے چلتی تھیں۔ (iii) مقاتل کہتے ہیں عورتیں سروں پر دوپٹے ڈالتی تھیں اور اسے اس طرح نہیں لپیٹتی تھیں کہ گردن یا کانوں کے زیورات کو چھپا لے اس اعتبار سے گردن اور کانوں کے زیورات کا اظہار تبرج ہے۔ (iv) ابن کثیر فرماتے ہیں عورتیں مردوں میں اس طرح نکلتی تھیں کہ ان کا سینہ کھلا ہوتا تھا اور اس کے اُوپر کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات اس کی گردن اور بالوں کی مینڈھیاں ننگی ہوتی تھیں اور کانوں کے بندے بھی ظاہر ہوتے تھے۔ (5) یہ حکم شر اور اس کے اسباب کو روکنے کے لیے دیا گیا۔

(6) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے جہنم میں دیکھا تو ''دیکھا کہ اکثر عورتیں تھیں۔'' علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا سبب ایک تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تھوڑی کرتی ہیں اور کثرت تبرج کی وجہ سے اور تبرج یہ ہے کہ جب گھر سے نکلنا چاہے تو افخر الثیاب ''بہتر لباس'' اور زیب و زینت کے ساتھ نکلے اور لوگوں کو فتنے میں ڈالے۔ اگر وہ خود لوگوں کے فتنے سے محفوظ بھی رہے تو ''لوگ اس کے فتنے سے محفوظ نہیں رہیں گے۔'' (الکبائر: 44)

(7) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی خاتون عطر لگائے اور پھر وہ مردوں کے درمیان جائے تاکہ وہ مرد اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ خاتون ایسی ہے ایسی ہے یعنی آپ نے ایسی خاتون کو شدید برا کہا۔'' (ابوداود: 4173)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھ لے)۔'' (ابوداود: 4175)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ جنہیں میں نے نہیں دیکھا:
ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے کہ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں۔
اور دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہیں وہ سیدھے راستے سے بہکانے والی اور خود بھی بھٹکی ہوئی ہیں۔ ان عورتوں

کے سربختی اونٹوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہیں۔ وہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پا سکیں گی۔ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے (یعنی دور سے) محسوس کی جا سکتی ہے۔'' (صحیح مسلم:5582)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو (جسم) نیلا گوندیں اور نیلا گندوائیں اور محمد بن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ بھی کہا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں میں جوڑ لگائیں۔ عثمان نے فرمایا اور اپنے بال اکھاڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے دانتوں میں حسن و جمال کے لیے کشادگی کریں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت شکل بدلنے کے لیے۔ راوی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام امّ یعقوب تھا اس کو یہ اطلاع ہوئی وہ عورت قرآن کریم پڑھتی تھی وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی کہ تم نے گوندنا لگانے والی عورت پر لعنت کی ہے اور جس کے گوندنا لگایا جائے (یعنی جس کا جسم گوندا جائے)۔ اور محمد بن عیسیٰ نے یہ بھی کہا بالوں میں جوڑ لگانے والی پر اور عثمان نے کہا روئیں اکھاڑنے والی پر (اور لعنت فرمائی) دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والی پر۔ عثمان نے کہا جو کہ حسن و جمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل تبدیل کرے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کیوں لعنت نہ بھیجوں اس شخص پر جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہو اور وہ کتاب اللہ کے اعتبار سے مستحق لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے دونوں گتوں کے درمیان قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔ عبداللہ نے کہا واللہ اگر تم کتاب اللہ کو غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرتیں تو لازمی طور پر تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ پھر انہوں نے آیت کریمہ: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو کچھ رسول تمہیں دے تو وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دے تم اس سے رک جاؤ۔'' تلاوت کی۔ اس نے کہا میں نے تمہاری بیوی کو اس میں سے بعض کام کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت بہتر تم اندر جاؤ اور دیکھو وہ اندر گئے پھر باہر آئی اور کہا (وہاں) کچھ نہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ عورت اس قسم کی باتیں کرتی ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔ (الحشر:7) (ابوداود:4169)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے ایک عورت ملی جس سے آپ نے خوشبو پھوٹتے محسوس کیا، اور اس کے کپڑے ہوا سے اڑ رہے تھے تو آپ نے کہا: جبار کی بندی! تم مسجد سے آئی ہو؟ وہ بولی: ہاں، انہوں نے کہا: تم نے مسجد جانے کے لیے خوشبو لگا رکھی ہے؟ بولی: ہاں، آپ نے کہا: میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اس عورت کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے، جب تک واپس لوٹ کر جنابت کا غسل نہ کر لے۔'' (ابوداود:4174)

(12) سیدنا حمید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حج کے سال منبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا جو ایک پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے اہل مدینہ؛ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (جو تمہیں برائی سے روکتے نہیں) میں نے تو نبی ﷺ کو اس قسم کے کام سے منع کرتے ہوئے سنا اور آپ فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل اس

وقت ہی ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو اختیار کر لیا۔(صحیح بخاری:5938)

(13) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا''وہ عورتیں جو اپنی زینت میں ناز سے اپنے اہل کے علاوہ میں چلتی ہیں وہ اس تاریکی کی طرح ہیں جو قیامت کو ہوگی جس کا نور نہیں ہوگا۔''(ترمذی:1167)

(14) بے پردگی جہاں کبیرہ گناہ ہے وہاں جہنمیوں کی صفت بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ''دو جہنمیوں کی ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کے کوڑے ہیں جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور (دوسری قسم) وہ عورتیں ہیں جو پاکیزہ کپڑوں میں ملبوس ننگی ہوں گی خود بھی مائل ہوتی ہیں اور ان کی طرف بھی مائل ہوا جاتا ہے ان کے سر بختی اونٹ (اونٹ کی قسم) کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو لمبی مسافت سے ہی پائی جائے گی۔''(مسلم:1388)

(15) تبرج عورت کے ایمان کی کمزوری اور حیا کی کمی کی دلیل ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے کا سبب ہے۔(ii) جنت کے حرام ہونے اور دوزخ میں ڈالے جانے والا عمل۔

(iii) جاہلیت کے اعمال میں سے ہے۔(iv) عورت کو زینت کے ساتھ ان مجرموں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جن کے دلوں میں نفاق ہے۔

(v) لوگوں کے درمیان فحش کی اشاعت کا سبب ہے۔(vi) کافر اور فاجر عورتوں سے مشابہت ہے۔

(vii) اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے آداب کو چھوڑ کر عورت اللہ تعالیٰ کی رضا سے محروم ہو جاتی ہے۔

(viii) بے حیائی کو پھیلانے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

(16)﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(البقرۃ:268)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''یقیناً جو لوگ اس بات سے محبت رکھتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فحش پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''(النور:19)

(17) مسلمان عورت زینت کی نمائش نہیں کرتی۔زینت عورت کا حق ہے۔اللہ تعالیٰ عورت کو یہ حق دیتا ہے لیکن اس کے دائرہ کار کا تعین کرتا ہے۔حق اور ناحق کے فرق کو واضح کرتا ہے۔اور واضح فرماتا ہے نامحرم مردوں کے سامنے کہ زینت کا اظہار ناحق ہے۔

(18) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان عورتوں کی مدد فرمائی ہے جو زینت کی نمائش نہیں کرتیں فرمایا﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ﴾''جب کہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔''(النور:60)

(19) زینت کا اظہار جس حلقے میں کیا جا سکتا ہے اس کے بارے میں فرمایا:﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

سوال 6: اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سَج دھج سے اسلامی معاشرے کو کیوں پاک کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کے آداب سکھانا چاہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر وہ چیز جس کے آثار سے بھی فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اس سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔ جاہلیت کی سج دھج سے اجتماعی شعور خراب ہوتا ہے۔ اسلامی ذوق متاثر ہوتا ہے ذوق انسانی گر جاتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جاہلیت کی سَج دَھج سے معاشرے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 7: جاہلیت کے ذوق اور اسلامی ذوق میں کیا فرق ہے؟

جواب: جاہلیت کا ذوق حقیقی حسن کے شعور سے محروم ہوتا ہے جاہلی ذوق کے مطابق حسن صرف گوشت پوست میں ہوتا ہے اسی ذوق کی تسکین تب ہوتی ہے جب انسانی جسم کو ننگا دیکھا جائے۔ یہ نہایت مکروہ ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور شعور کا ذوق نہیں ہوتا۔

اسلامی ذوق شعوری ذوق ہے جس میں پاکیزگی اور برکت ہے۔ یہ انسانی ذوق کی ترقی یافتہ شکل ہے جس کا احساس پاکیزہ ہے، شعور پاک ہے اس کے تصورات انسانی ہیں اسلامی ذوق کے مطابق سج دَھج دکھانا حیوانی سطح ہے اس لیے اسلام اس ذوق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے۔

سوال 8:﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو'' نماز، زکوۃ اور اطاعت کے احکامات کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے سب سے بڑی عبادت اور اعلیٰ ترین نیکیاں نماز اور زکوۃ کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2)﴿وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو'' پہلے برائیوں سے روکا، اب بھلائیوں کا حکم دیا۔

(3) نماز قائم رکھو جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس میں معبود کے لیے اخلاص ہے۔

(4) مال کی زکوۃ نکالو جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ زکوۃ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان ہے رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھمن کو اطاعت کا حکم دیا۔

(5)﴿وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو'' اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟

جواب: (1) نماز، زکوۃ اور اطاعت اللہ تعالیٰ سے رابطے کو مضبوط کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطے کی صورت میں ہی انسان کو یہ شعور ملتا ہے کہ یہ رابطہ پورے معاشرے اور خاندان سے اعلیٰ ہے اسی رابطے کی وجہ سے انسان دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق کی دعوت دیتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان پاکیزہ طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔

سوال 10: اقامت صلوۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) پابندی کے ساتھ دل کی حاضری کے ساتھ نماز ادا کرنا۔ (2) اجتماعی طور پر نماز کا باقاعدہ نظام قائم کرنا۔

(3) اگر کسی علاقے میں تمام افراد اپنے گھروں میں نماز ادا کر رہے ہوں لیکن جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام نہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں نماز قائم کی جا رہی ہے۔

سوال 11: اقامت صلوۃ کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: (1) اقامت صلوۃ دنیا میں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے مسلمانوں کے اُٹھنے کی علامت ہے۔

(2) اقامت صلوۃ مسلمانوں کی ولایت کے تعلق کی علامت ہے۔ (3) اقامت صلوۃ باہمی تعلق کی مضبوطی کی علامت ہے۔

(4) اقامت صلوۃ مشترکہ مقصد کی علامت ہے۔ (5) اقامت صلوۃ ایک قیادت کے زیر سایہ ایک ہونے کی علامت ہے۔

سوال 12: زکوۃ کیا ہے؟

جواب: اسلام نے معاشرے کے لیے سوشل سکیورٹی کا جو نظام تجویز کیا زکوۃ اسکا حصہ ہے۔

(1) زکوۃ انسان کے مال میں سے اسلام کا مقرر کردہ حصہ ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔

(2) یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو دولت مندوں سے لیا جاتا ہے اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔

(3) زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام حکومت کا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو شریعت کو نافذ کرنے والی ہو اور زکوۃ اسلامی ضوابط کے مطابق

وصول اور خرچ کرتی ہو۔

سوال13: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اے اہلِ بیت! درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' اللہ تعالیٰ اہل بیت کو پاک کرنا چاہتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے'' رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، اس کی چاہت ہے، اس کا مقصد ہے۔ (2) ﴿لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ﴾ ''کہ تم سے گندگی کو دور کرے'' کہ تم سے گندگی، ناپاکی اور شر کو دور کردے۔

(3) ﴿اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ ''اے اہلِ بیت!'' اے نبی ﷺ کے گھر والو! اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ یہ آیات ان ہی کے بارے میں اتری ہیں۔

(4) ﴿وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''اور تمہیں پاک کردے، پوری طرح پاک کرنا'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی طرح سے گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک اور صاف کردے اور تمہارے دلوں کی تعمیر ایمان کے نور سے کردے۔ (5) یعنی تمہیں برائی سے پاک کر کے اپنی رحمت سے خاص کرلے۔ (6) اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاق کی تطہیر کرنا چاہتا ہے اور تمہارا تزکیہ نفس کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ تم سب طاہر اور مطہر بن جاؤ۔

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) آئے، تو آپ ﷺ نے ان کو چادر کے اندر کرلیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ بھی چادر میں داخل ہوگئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو آپ نے ان کو بھی (چادر کے) اندر کرلیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی اندر کرلیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے اور تمہیں پوری طرح پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔'' (الاحزاب:33) (مسلم:6261)

سوال14: اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی کے لیے دلوں کے اندر اپنا خوف بٹھایا ہے؟

(2) اللہ تعالیٰ دلوں کو رب کے ساتھ جوڑنے کے لیے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال15: گندگی کب دور ہوتی ہے؟

جواب: (1) گندگی تب دور ہوتی ہے جب کوئی گندگی کو دور کرنے کے طریقے اختیار کرے۔

(2) جب لوگ خود اپنی عملی زندگی کو پاک کرنے کا ارادہ کریں۔ (3) جب لوگوں کے اندر پاکیزگی کا شعور ہو۔

(4) جب وہ اپنی زندگی کا رُخ اسلام کی طرف کردیں۔ (5) جب اُن کا مقصد اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق گزارنا ہو جائے۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن کو جب بھلائی کے کام کرنے کا اور نواہی سے رکنے کا حکم دیا تو اس کا طریقہ سکھایا فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' یہاں آیات الٰہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے اور حکمت سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار دلائل سے ثابت کیا کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔ حکمت سے مراد قرآن کے اسرار بھی ہیں۔

(2) ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ ''اور تمہارے گھروں میں جو کچھ تلاوت کی جاتی ہے اُنہیں یاد کرو'' رب العزت نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ (i) یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے ان آیات سے مدد لو جو تمہارے گھر میں تلاوت کی جاتی ہیں، یعنی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (ii) تلاوت قرآن کے ذریعے سے لفظی ذکر کریں۔ (iii) قرآن مجید کے معنی پر غور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، تو اس کے معنی کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔ (iv) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر اس کا ذکر کریں۔

(v) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، تو قرآن مجید پر تدبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(vi) قرآن مجید پر عمل کر کے اس کا ذکر کریں۔ (vii) قرآن مجید کی تاویل، اس کی تفسیر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

(viii) نبی ﷺ کی سنت کو سمجھ کر، اس پر عمل کر کے، اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر جو رحمت کی ہے وہ جہان میں سے کسی پر نہیں کی۔ اس نے اپنے علم کے مطابق آپ لوگوں کو مقام عطا کیا اور ایسے گھروں میں رکھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن '' کے ساتھ لطف و کرم کرنے والا ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں کے لیے چنا جس میں اس کی آیات اور حکمت کی تلاوت

کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔ اس نے تمہیں اپنے رسول کی ازواج کے لیے چنا ہے۔ (جامع البیان 12,11/22)

(5) اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے اسرار نہاں، سینوں کے بھید، آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی تمام چیزوں اور تمام کھلے چھپے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اس کا لطف وکرم اور خبر گیری اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ انہیں اخلاص للہ اور اعمال کو چھپانے کی ترغیب دے، نیز تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی جزا دے۔ ﴿اَللَّطِیْفُ﴾ اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے بندے کو ایسے مخفی طریقے سے بھلائی عطا کرتی ہے اور شر سے بچاتی ہے، جس کا اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے اس طرح رزق عطا کرتی ہے کہ اسے اس کا ادراک تک نہیں ہوتا اور وہ اسے ایسے اسباب دکھاتی ہے جسے نفس ناپسند کرتے ہیں، مگر یہ اسباب اس کے لیے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2147/3)

سوال 2: ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی دینی اور علمی خدمات کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اسلام سے پہلے دنیا کی ترقی مرد کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی لیکن جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق آیات نازل کیں تو ہم کو ان کی قدر ومنزلت معلوم ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس: 5843)

(2) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے جو علمی اور دینی خدمات انجام دیں وہ سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

(3) سید سلیمان منصور پوری رحمۃ للعالمین ص ۱۶۰ پر امہات المؤمنین کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

(i) اُمت کی خواتین کو تعلیم دینا۔ (ii) ان کے معروضات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا پھر جواب خواتین کو سمجھانا۔

(iii) نبیؐ کے اقوال، افعال اور عبادات کو جو وہ حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ اور اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا۔ (4) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ (ابن الاثیر: 586)

(5) تفسیر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتد بہ حصہ منقول ہے۔

(6) حدیث میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن عموماً اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ (طبقات الکبریٰ: 126/2)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات 2210 ہیں اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے 378 حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فقہ اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، ام ہانی رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس بھی کثیر الراویہ گزری ہیں۔

(8) فقہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (اعلام الموقعین: 12/1)

(9) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے 48 سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے۔ اس زمانے میں ان کی زندگی کا واحد مقصد

قرآن وحدیث کی تعلیم تھا۔

(10) جامع ترمذی میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم کو کبھی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کوئی معلومات نہ ملی ہوں۔(زرقانی:267/3)

(11) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔(الطبقات:126/2)

(12) سیدنا عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔(المستدرک:12/4)

(13) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شہادت ہے: اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔(المستدرک:12/4)

(14) ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں؛ ترمذی نے موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔(ترمذی، کتاب المناقب:3884) (15) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ سے ایک چھوٹا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

(16) فرائض میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت حاصل تھی اور بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے فرائض سے متعلق مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔(طبقات ابن سعد:126/2)

(17) محمود بن لبید کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج علم کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ان میں کوئی حریفِ مقابل نہ تھا۔(الطبقات:126/2)

(18) مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔(مسند احمد:317/6)

رکوع نمبر 5

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾

’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے‘‘ (35)

سوال 1: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ ’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں‘‘ آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں مساوات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ ’’یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں‘‘ آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان مساوات ہے۔ اس سلسلے میں پہلی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔

(2) ابنِ ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھنے والے مرد اور اخلاص رکھنے والی عورتیں۔ (الدر المنثور: 380/5) (3) یعنی مسلمان وہ ہیں جو شریعت کے ظاہری احکام کو قول و عمل سے قائم کریں۔ (تفسیر المراغی 9,7/8)

(4) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: مسلمان وہ ہے جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ إِلَى اللهِ﴾ ’’پس جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا‘‘ اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے۔ اس کے احکامات میں سے کسی حکم کی مخالفت نہ کرے، اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اس پر توکل کرے۔ (الاساس فی التفسیر: 4427/8)

سوال 2: اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب (1) ان صفات کی اہمیت کی وجہ سے۔

(2) سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور بعض صحابیات نے کہا کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ ہر جگہ مردوں سے خطاب کرتا ہے عورتوں سے نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد: 301/6) (ترمذی: 2211)

(3) اس آیت میں مردوں کے ساتھ خواتین کا تذکرہ کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، اُس کی اطاعت اور اعمال صالح کے اجر کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کے لیے ایک جیسے مواقع ہیں۔ جنس کی بنیاد پر کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

سوال 3: اسلام کسے کہتے ہیں؟

جوب: اسلام سپردگی، حوالگی، مکمل اطاعت اور فرماں برداری کو کہتے ہیں۔

سوال4:﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾''اورایمان لانے والے مرداورایمان لانے والی عورتیں'' آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾''اورایمان لانے والے مرداورایمان لانے والی عورتیں'' ایمان باطنی امور کے بارے میں ہے اور وہ عقائد اور اعمال القلوب ہیں۔(تفسیر سعدی:2148/3)

(2)ایمان اس چیز کامل کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت احکام اور آداب آئے ہیں اور یہ دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک نہیں۔ایمان خاص ہے۔ایمان اعتقاد اور عملِ صالح کے ساتھ تصدیقِ کامل کو کہتے ہیں اور اسلام قول وعمل کو کہتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''دیہاتیوں نے کہا:''ہم ایمان لائے'' کہہ دو:''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''(الحجرات:14)

سوال5:مومن کون ہوتا ہے؟

جواب(1):مومن وہ انسان ہے جو اپنی ذات، کائنات اور حقیقت کو پا جائے۔

(2)مومن وہ ہے جو جان لے کہ(i) میں اور کائنات مخلوق ہیں اور ہمارا کوئی خالق ہے۔(ii) میں اور کائنات غلام ہیں ہمارا کوئی مالک ہے۔

(iii) میں مرزوق ہوں اور میرا کوئی رازق ہے۔(iv) میں بےزور ہوں اور مجھ پر کوئی زور آور ہے۔

(v) مجھے راہ نمائی کی ضرورت ہے اور کوئی میرا ھادی ہے۔

(3)مومن وہ ہے جو جان لے کہ میری زندگی کا کوئی مقصد ہے ۔(i) جس نے زندگی دی زندگی اُسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(ii) جس نے شعور عطا کیا اُسی کی مرضی کے مطابق شعور کو ڈھالنا ہے۔

(iii) جس نے موت کے بعد زندگی کا حساب کتاب لینا ہے زندگی اسی کی مرضی کے مطابق گزارنی ہے۔

(4)مومن وہ ہے جس کا دل، زبان اور عمل ایمان میں ڈھل جائے۔(5)مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ والا بن جائے۔

سوال6:﴿وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ﴾''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت میں مرد اور عورت کے درمیان ثوابِ آخرت کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ﴾''اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں'' قنوت سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کو کہتے ہیں۔قنوت میں مداومت پائی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''کیا

بھلا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا ہے اور کھڑا رہنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے ربّ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟'' (سورۃ الزمر:9)

(2) یعنی عبادت کرنے والے، اطاعت کرنے والے اور اطاعت پر مداومت کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (فتح القدیر:4/353)

(3) رب العزّت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو صفت قنوت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَالَ مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔'' (آل عمران:43)

(4) یعنی خوشی اور تکلیف میں، نشاط اور کراہت میں، بشری طاقت کی حد میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (ایسر التفاسیر:1212،1213)

سوال 7: ﴿وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾ ''اور سچے مرد اور سچی عورتیں'' سچائی میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے ثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ﴾ ''اور سچے مرد اور سچی عورتیں'' یعنی اپنے اقوال اور افعال میں سچے مرد اور سچی عورتیں (ایسر التفاسیر:1212) (2) نسفی رحمہ اللہ نیتوں، اقوال و اعمال میں سچے مرد اور سچی عورتیں۔ (الاساس:8/44)

(3) اقوال و اعمال میں سچائی ایمان کی علامت ہے جیسے جھوٹ نفاق کی نشانی ہے تو جس نے سچ بولا وہ نجات پا گیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری:6094)

سوال 8: سچے انسان کی سچائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب: (1) اپنی ذمہ داری نبھا کر۔ (2) وعدہ نبھا کر انسان وعدے میں سچا ہو سکتا ہے۔

(3) امانت پوری طرح ادا کر کے۔ (4) معاملات میں سچائی کا مظاہرہ کر کے۔

سوال 9: ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں'' صبر میں مرد اور عورت کے درمیان آخرت کے اجر و ثواب کے اعتبار سے مساوات ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ﴾ ''اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں'' صبر ثابت قدمی کی دلیل ہے۔ صبر حق پر جم کر راہِ حق کی ہر دشواری برداشت کرنے کا نام ہے۔ مصائب پر صبر رکھنا اور یہ یقین رکھنا کہ پیشانی کی تحریر تو ضرور پیش آنی ہے اس لیے ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے مصیبت سہہ لینا قابلِ تعریف عادت ہے۔ ابتدائی صدمے کے وقت صبر کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے جو اصل

صبر ہے پھر تو چاروناچار صبر کرنا پڑتا ہے مگر جس نے شروع میں صبر کیا وہی صابر ہے۔(مختصر ابن کثیر 1584/2)

(2) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جمے رہنا اور اس کے نواہی سے رُکے رہنا اور مصائب کو برداشت کرنا صبر ہے۔

سوال 10: کون سی چیز انسان کے اندر صبر پیدا کرتی ہے؟

جواب: ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے کا یقین انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

سوال 11: صبر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: (1) صبر کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(2) انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دلچسپی ہو جاتی ہے۔(3) اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے پر اجر کی امید ہوتی ہے یہ امید رحمت ہے۔

(4) انسان آخرت کی تیاری کرنے لگتا ہے یہ رب کی خاص رحمت ہے۔

(5) صبر کرنے سے تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتیں ہیں: (i) ثابت قدمی۔(ii) مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔

(iii) انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے کہ میرے رب نے میرے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔

سوال 12: ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع میں مرد اور عورت آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ﴾ ''اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں'' خشوع کے معنی سکون، اطمینان، دل جمعی، تواضع، فروتنی اور مسکینی ہیں۔اس کا باعث اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیکھ رہا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ﴿ان تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك﴾ ''یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔(بخاری:50)(مختصر ابن کثیر:1584/2)

(2) خشوع اللہ تعالیٰ کے لیے دل اور اعضاء سے تواضع اور اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کا خوف ہے۔(تفسیر المراغی:9,7/8)

(3) اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے والے، اس کا خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خضوع کرنے والے۔(فتح القدیر:353/4)

(4) (i) خشوع سے مراد اپنی بے بسی کے احساس اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے دل پر طاری ہونے والی کیفیت اور دل کا جھکاؤ۔

(ii) خشوع سے مراد دل کی یکسوئی ہے۔(iii) خشوع سے مراد دل کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جانا ہے۔

سوال 13: ﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' آخرت کے ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ﴾ ''اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں'' صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیا جانے والا مال صدقہ ہے۔ صدقہ محتاج اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک ہے جن کی نہ خود اپنی کوئی کمائی ہو اور نہ ان کے لیے کوئی کمانے والا ہو۔ ایسوں کو اپنی ضرورتوں سے بچے ہوئے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور احسان کے طور پر کچھ دے دیا جائے۔(مختصر ابن کثیر:1584/2)

(2) مال سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے والے۔(جامع البیان:22/12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی (اللہ تعالیٰ کے لیے محبت) محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔(بخاری:660)

(3) صدقہ فرض ہو یا نفل کثیر اجر و ثواب کا حامل ہے۔(ترمذی:2616)

سوال 14: صدقہ کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:(1) صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے انسان بخل سے بچتا ہے۔

(2) صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح انسان کی حرص میں کمی آتی ہے۔

(3) چھپا کر صدقہ کرنے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ انسان ریاکاری سے بچتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔

سوال 15:﴿وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ﴾ ''اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں'' روزے کے اخروی اجر و ثواب میں مرد اور عورت برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کے لیے مالی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی بوجہ غربت طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔(بخاری:5066)

(2) روزہ بدن کو طبی اور شرعی طور پر اخلاط سے پاک رکھتا ہے۔

سوال16:﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنے میں مرد اور عورت ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ﴾ ''اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں'' حفظِ فروج سے مراد پاک دامنی، حرام کاموں اور گناہوں سے محفوظ رہنا۔(2) ربّ العزّت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٥﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٧﴾﴾ ''اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (المؤمنون:5-7)

سوال17:﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے اخروی ثواب میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں'' اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (جامع البیان:12/22)

(2) نسفی رحمہ اللہ نے کہا: تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قرأت قرآن اور علم کی مشغولیت ذکر ہے۔ (الاساس:4428/8)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں میں نہیں لکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرے۔

سوال18: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب:(1) انسان کے دل کو اطمینان ملتا ہے۔(2) انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چل سکتا ہے۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔(4) انسان کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔

(5) انسان دنیا کی محبت سے نکل آتا ہے۔(6) انسان اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد رکھتا ہے۔

سوال19:﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے'' وسیع

مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان عظیم اعمال کے لیے جزا رکھی ہے کہ ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے ان عظیم اعمال کا تعلق اعتقادات، دل کے اعمال، اعضاء کے اعمال اور زبان کے اقوال اور بھلائی کے کام کرنے، شر کو ترک کرنے اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے ساتھ ہے۔

(2)﴿وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ’’اور بڑا اجر رکھا ہے‘‘ یعنی آخرت میں بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرما دے۔ (آمین)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

’’اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا‘‘ (36)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ’’اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کا اختیار باقی نہیں رہتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ﴾ ’’اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے‘‘ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا اس کے لیے کچھ اور مناسب نہیں ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کریں۔ ان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

(2)﴿اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا﴾ ’’جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں‘‘ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا حتمی فیصلہ کر دیں کہ وہ اس پر عمل کرنے کو لازم کر دیں۔

(3)﴿اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ’’تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو‘‘ کہ وہ اس کام کو کریں یا نہ کریں یعنی ان کے لیے اس فیصلے پر عمل کا کوئی اختیار باقی رہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ ان کی ناراضی سے بچنا چاہیے اور جس کام سے وہ روک دیں اس سے رک جانا چاہیے۔

(4) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی فیصلے کے بعد کسی مومن مرد کو یا عورت کو اختیار باقی نہیں رہتا۔ کسی رائے یا قول کا کیا کہنا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

﴿وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جوان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' (النساء:65) اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید آئی ہے۔ ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ بناؤ جیسے تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماً ڈریں کہ اُن کو کوئی فتنہ پہنچے یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے!'' (النور:63) (مختصر ابن کثیر:586/2)

(5) مومن مردوں اور عورتوں کو رسول اللہ ﷺ سے اپنے والدین، اپنی اولاد، دنیا کے کسی انسان حتیٰ کہ خود اپنے نفس سے بڑھ کر محبت کرنی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔'' (بخاری:15)

(6) سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رحمۃ اللعالمین ﷺ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا پیام لے کر سیدہ زینب بنتِ جحش اسدیہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا پیام دیا۔ زینب نے کہا: میں تو اس سے نکاح نہیں کرتی۔ فرمایا: کیوں؟ انہی سے نکاح پر راضی ہو جاؤ۔ بولیں اچھا میں سوچوں گی۔ ابھی دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت اتار دی۔ بولیں اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ اس سے نکاح پر راضی ہیں؟ فرمایا: بے شک۔ کہنے لگیں تب تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات نہ ٹالوں گی۔ میں بھی راضی ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ زینب نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے عار کی اور کہا میں نسب کے لحاظ سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے بہتر ہوں، ان کے مزاج میں تیزی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:1587/2)

سوال 2: ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا گمراہی میں پڑ گیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا'' کسی مومن مرد اور مومن عورت سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں۔ اس نافرمانی سے روکنے والی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو ایمان اور دوسری گمراہی سے ڈرنا کیونکہ گمراہی عذاب اور سزا تک لے جانے والی ہے۔

(2)﴿فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا﴾ ''تو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر سخت وعید ہے کہ مخالفت کرنے والا سخت گمراہی میں پڑ گیا۔وہ گمراہ ہوگیا کیونکہ اس نے صراطِ مستقیم کو چھوڑا ہے جو جنت تک لے جاتا ہے اور اس نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا جو جہنم تک لے جاتا ہے۔

(3) رب العزت نے گمراہی سے ڈرا کر اطاعت پر مائل کیا ہے کیونکہ گمراہی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کروانے والی ہے۔

﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' (37)

سوال 1:﴿وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ تَقُوْلُ﴾ ''اور جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے'' یعنی اے نبی ﷺ یاد کرو جب تم کہہ رہے تھے۔

(2)﴿لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾ ''جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا'' یعنی جس کو ہم نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

(3)﴿وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ ''اور آپ نے اس پر احسان کیا تھا'' یعنی جسے تم نے آزاد کیا اور ان کی تعلیم و تربیت کی یعنی زید رضی اللہ عنہ۔

(4) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔انہیں رسول اللہ ﷺ نے متبنیٰ بنالیا تھا یعنی آزاد کر کے منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔اس لیے انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارا جاتا تھا پھر جب آیت کریمہ نازل ہوئی۔﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا (طریقہ) ہے، چنانچہ اگر تم اُن کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے غلطی کی ہے لیکن جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (الاحزاب:5) تب انہیں سیدنا زید بن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا۔

(5)﴿اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ﴾ ''کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو'' یعنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ اگر تلخی ہے تو صبر کرلو۔ سیدنا زید نبی ﷺ کے پاس مشورے کے لیے آئے تھے اور آپ ﷺ نے حکمت اور خیر خواہی سے انہیں بیوی کے ساتھ اختلافات میں صبر کرنے کا حکم دیا۔

(6) سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا تھا کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دینی ہے پھر آپ ﷺ کا نکاح سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کردیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی اجازت طلب کی۔

(7)﴿وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اپنی بیوی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تقویٰ ہی صبر پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال 2:﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ﴾ ''اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے'' جو چیز آپ ﷺ نے اپنے دل میں چھپائی تھی وہ یہ کہ جب سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے تو آپ ﷺ کا نکاح ان سے کردیا جائے گا۔

(2)﴿مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا طلاق کے بعد نبی ﷺ کی زوجہ ہوں گی۔ اس کا مقصد متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کرنا تھا۔

(3)﴿وَتَخْشَى النَّاسَ﴾ ''اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں لوگوں کا ڈر ہے یعنی آپ ﷺ لوگوں کی باتوں سے ڈرتے ہو کہ اگر یہ معاملہ ظاہر ہو گیا تو وہ جو باتیں بنائیں گے اسلام کے راستے کی رکاوٹ بنیں گی۔

(4) نبی ﷺ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے محمد ﷺ نے اپنے متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1213)

(5)﴿وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اُس سے ڈرو'' رب العزت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوف کا زیادہ حق

رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر برائی سے روکنے کا سبب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہے جو ہر بھلائی کے عطا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے۔ (بخاری۔ کتاب التوحید)

سوال 3: ﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا تو ہم نے اُس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے'' متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کر دینے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾ ''چنانچہ جب زید اُس سے غرض پوری کر چکا'' یعنی جب زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا سے سیر ہو گئے اور سمجھانے بجھانے کے باوجود نکاح قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے بے رغبتی کے باعث طلاق دے دی۔

(2) ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾ ''تو ہم نے اُس کا نکاح تم سے کر دیا'' یعنی متبنّٰی کے نکاح کی حرمت کو باطل کرنے کے لیے ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرا ذکر کرو۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ اپنے آٹے کا خمیر اٹھا رہی تھیں۔ میں ان کی عظمت کی وجہ سے انہیں نظر بھر کر نہ دیکھ سکا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یاد کیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا زینب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں (استخارہ نہ کرلوں) پھر وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہوئیں تو قرآن اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذن کے ان کے پاس چلے گئے۔ (مسلم)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بی بی زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں پر فخر کیا کرتیں کہ تم کو تو تمہارے اولیاء نے بیاہا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے بیاہ دیا۔ (بخاری: 7420)

(5) یہ نکاح خود حق تعالیٰ نے کرایا تھا اس لیے اس میں ولی کی اور ایجاب وقبول کی اور گواہوں کی ضرورت نہ تھی۔

(6) اللہ تعالیٰ کا نکاح کرانا یہ ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس چلے جائیں۔

(7) ﴿لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ﴾ ''تاکہ مومنوں پر کوئی تنگی نہ رہے'' یعنی تاکہ مومنوں سے اس رکاوٹ کو ختم کر دیا جائے اور یہ کسی بڑے حادثے کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے اسے وجود میں لایا گیا جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا تھا۔

(8) ﴿فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ﴾ ''اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں'' یعنی متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنے کی رکاوٹ

کو مومنوں کے لیے دور کر دیا گیا۔

(9)﴿اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ ’’جب کہ وہ اُن سے غرض پوری کر چکیں‘‘ یعنی جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں۔

(10) یہ دیکھ کر کہ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے نکاح کر لیا جو اس سے قبل منہ بولا بیٹا تھا۔ مومنوں کی رکاوٹ دور ہو گئی اور متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل کر دیا گیا۔ الحمد للہ۔

(11)﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادے کے لیے سبب پیدا کر دیتا ہے اور اس کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا﴾

’’نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے‘‘ (38)

سوال: ﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا﴾ ’’نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے (یہی) اُن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے‘‘ طلاق یافتہ بیوی حرام نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ﴾ ’’نبی پر اس میں کوئی تنگی نہیں‘‘ یعنی نبی ﷺ کے لیے جو چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے مثلاً متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح آپ ﷺ کے لیے حلال کیا گیا۔ اب اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

(2)﴿فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ﴾ ’’جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے فرض کر دیا ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے جو بیویاں مقرر کی ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2152/3)

(3)﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے اُن لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کار پہلے نبیوں کے بارے میں بھی رہ چکا ہے کہ جن باتوں کا انہیں حکم تھا ان میں وہ اپنے لیے کوئی حرج اور گناہ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ اس آیت کے لانے سے منافقوں کی اس بات کا رد مقصود ہے کہ لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ

نکاح تمام انبیاء کی سنت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1088/2)

(4) ﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق طے کیا ہوا ہے'' اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے کام وقت پر ہو کر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوتی۔ اس میں رکاوٹ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر کاموں کا ہونا اور نہ ہونا موقوف ہوتا ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے'' (39)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں'' تبلیغ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں'' رب العزت نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات بتاتے ہیں اور اس کے احکامات پہنچاتے ہیں اور رب العزت کی امانت کو ادا کرتے ہیں۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے اس کی آیات اور دلائل کی تلاوت کرتے ہیں اور انہیں اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

(3) ﴿وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے'' یعنی جو صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ جو دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے۔ کسی کا رعب کسی کا غلبہ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانے کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا۔

(4) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ ''اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ کافی ہے'' یعنی وہ حساب کے دن اپنے بندوں کے اعمال کا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال کی نگرانی کرنے والا، اپنے بندوں کا محاسبہ کرنے والا کافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2153/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے حساب کتاب کی بات یہاں کس حوالے سے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب میں حساب لینے والا ہوں تو لوگوں کا کام نہیں کہ وہ نبی ﷺ کا محاسبہ کریں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ

ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“ (40)

سوال 1: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں“، متبنّیٰ کو اصلی باپ سے منسوب کرو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں“ یعنی آپ ﷺ کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے اور لوگوں کو منع کیا گیا کہ آئندہ زید بن محمد ﷺ نہ کہنا کیونکہ آپ ﷺ زید کے والد نہیں ہیں۔

(2) یعنی آپ ﷺ نہ نسبت کے اعتبار سے کسی کے باپ ہیں، نہ منہ بولے بیٹے کے باپ ہیں۔

(3) نبی ﷺ کے بیٹے تو ہوئے مگر وہ کم سنی میں وفات پا گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے تین بیٹے قاسم، طیب، طاہر تھے اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے۔

سوال 2: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ”لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“ نبی ﷺ ختم الانبیاء ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ”اور لیکن اللہ کے رسول ہیں“ یعنی نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ”اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔“ (الانعام:124)

(2) یہ آپ کا مرتبہ مطاع ومتبوع کا مرتبہ ہے۔ آپ پر ایمان لانے والا آپ کی پیروی کرتا ہے، آپ کی محبت کو ہر کسی کی محبت پر مقدم کرتا ہے۔ اہل ایمان کے خیر خواہ ہیں، اپنی خیر خواہی اور حسن سلوک کی بناء پر گویا آپ ان کے باپ ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2153،2154)

(3) ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ”اور خاتم النبیین ہیں“ یعنی نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو رسول بھی بدرجہ اولیٰ نہیں آئے گا کیونکہ مقام رسالت مقامِ نبوت سے خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1590)

(4) آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب، مفتری اور دجال ہے۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ یمن میں اسود عنسی نے یمامہ میں مسیلمہ کذّاب نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور جھوٹوں کا یہ سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہو جائے گا۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خوبصورت قصر ہو اس کی عمارت حسین ہو لیکن ایک اینٹ (لگانے) کی جگہ اس میں چھوڑی گئی ہو، دیکھنے والے آکر اس کے گرد اگرد گھومتے ہوں اور اس کے حسن تعمیر پر تعجب کرتے ہوں لیکن (ساتھ ہی) یہ بھی کہیں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ (نبی ﷺ نے فرمایا) پس اس ایک اینٹ کے مقام کو میں نے درست کر دیا اور مجھ پر پیغمبروں کا خاتمہ ہو گیا۔ دوسری روایت میں آیا ہے میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبین ہوں۔

(متفق علیہ، بخاری، مسلم)

(6) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرمار ہے تھے میرے (بہت) نام ہیں میں محمد ہوں، احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا، میں عاقب ہوں (سب سے پیچھے آنے والا) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم)

(7) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مختلف نام (صفات) بیان کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا تھا میں محمد ہوں، احمد ہوں، مقفی ہوں، حاشر ہوں، نبی التوبہ ہوں، نبی الرحمۃ ہوں۔ (مسلم) (تفسیر مظہری: 262/9)

(8) سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری: 4416)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، سوائے مبشرات کے۔ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب۔ (بخاری: 6990)

(11) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“ یعنی اس کے علم نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی ذمہ داری کسے عطا کرے؟ کون اس کے فضل و کرم کا اہل اور کون اہل نہیں ہے؟ (تفسیر سعدی: 2154/3)

(12) اللہ تعالیٰ علیم ہے جو وہ خبر دیتا ہے حق ہے، جو وہ حکم دیتا ہے عدل ہے۔

رکوع نمبر 6

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا“ (41)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا“ ذکر اللہ کی کثرت کی فضیلت آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!“ یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان لائے ہو اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے پر ایمان لائے ہو۔

(2) اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دل اور زبان سے تصدیق کی ہے۔

(3) ﴿اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾ ”اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، کثرت سے یاد کرنا“ یہ یاد بندے کے دل کو رب سے جوڑ دیتی ہے چاہے وہ زبان سے ذکر نہ بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا دل، زبان اور اعضاء سے کثیر ذکر کرو اور جتنی تم میں طاقت ہے اپنے بدنوں کو کسی حال میں اللہ تعالیٰ

کے ذکر سے خالی نہ رکھو۔(جامع البیان:22/20)

(4)اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تہلیل وتحمید اور تسبیح وتکبیر وغیرہ کے ذریعے سے کہ جن میں سے ہر کلمہ تقرب الٰہی کا وسیلہ ہے نہایت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کریں۔قلیل ترین ذکر یہ ہے کہ انسان صبح وشام اور نمازوں کے بعد کے اذکار کا التزام کرے نیز مختلف عوارض اور اسباب کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔اور مناسب یہی ہے کہ تمام اوقات اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام کرے، کیونکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے عمل کرنے والا آرام کرتے ہوئے بھی سبقت لے جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت کی طرف دعوت دیتا ہے، بھلائی پر مددگار ہے اور زبان کو گندی باتوں سے باز رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی 2155,2154/3)

(5)اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے، اپنے پہلوؤں پر، رات دن، خشکی تری میں، سفر وحضر میں، مالداری اور فقیری میں، صحت اور بیماری میں، اعلانیہ اور چھپے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔(فتح القدیر:361/4، روح المعانی:60/12)

(6)سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کو کبھی نہ بھلاؤ۔(تفسیر الثعالبی:350/4)

(7)ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے۔(مسلم:826)

(8)سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا:اللہ کے رسول!اسلام کے احکام وقوانین تو میرے لیے بہت ہیں، کچھ تھوڑی سی چیزیں مجھے بتا دیجیے جن پر میں (مضبوطی) سے جما رہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:"تمہاری زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے تر رہے۔"(ترمذی:3375)

(9)سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے۔"(بخاری:6407)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ مکہ کی راہ میں جارہے تھے، آپ ﷺ ایک پہاڑ پر گزرے جس کو جُمدان (بضم جیم وسکون میم) کہتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"چلو یہ جُمدان ہے آگے بڑھ گئے 'مفرد'۔لوگوں نے عرض کیا:'مفرد' کون ہیں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا:"جو مرد اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتے ہیں اور جو عورتیں اللہ تعالیٰ کی یاد بہت کرتی ہیں۔"(مسلم:6808)

(11)سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر، تمہارے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو سب سے زیادہ پسند، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، تمہارے لیے سونا اور چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:(وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔(ابن ماجہ:3790)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی۔ (مسند احمد: 7112)

سوال 2: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو اس کا دل غافل ہو جاتا ہے۔ وہ دل خالی ہو جاتا ہے وہ حیران و پریشان ہو جاتا ہے پھر ایسا انسان لاپرواہ ہو جاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اس کا دل پرسکون ہو جاتا ہے اُس کا خالی دل بھر جاتا ہے اُسے زندگی کا سیدھا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔

سوال 4: قرآن مجید میں ذکر الٰہی پر بہت زیادہ زور کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: قرآن مجید انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مربوط کرنا چاہتا ہے اسی لیے مصروفیت میں بھی ذکر الٰہی سے غافل رہنے سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے مصروف ترین اوقات و حالات میں بھی رب سے جڑا رہے اس لیے ذکر الٰہی پر اتنا زیادہ زور دیا گیا ہے۔

﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' (42)

سوال 1: ﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' صبح وشام کی تسبیح کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور صبح وشام اُس کی تسبیح کرو'' یعنی سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ (ایسر التفاسیر: 1216) (2) کیونکہ صبح اور شام دونوں فضیلت کے حامل اوقات ہیں اور ان میں عمل کرنا بھی نہایت سہل ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2155/3)

(3) صبح وشام یعنی فجر اور عصر کی نمازوں کے اوقات تسبیح کے ہیں جن میں فرشتے جمع ہوتے ہیں رات کے فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں۔ رات کے فرشتے فجر کے وقت جانے کی تیاری میں ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔

(4) ذکر میں نمازیں، قراءت قرآن، مجالس علم، تسبیح، تحلیل، تحمید، تکبیر، استغفار، اور نبی ﷺ پر درود و دعا، اطاعت کے سارے کام، عبادات وغیرہ آجاتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز فرائض کو قائم کرنا پھر سنت رسول ﷺ پر مداومت اختیار کرنی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہی تسبیح ہے جب تم شام کرتے

ہواور جب تم صبح کرتے ہو۔‘‘(الروم:17)﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ’’جو(فرشتے)عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ،اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور جنھوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔‘‘ (غافر:7)

سوال 2: صبح وشام تسبیح کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:(1) صبح وشام کے اوقات میں انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے اس لیے اس دل کی تسلی کے لیے حکم دیا گیا۔

(2) صبح وشام کے اوقات انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ ہر چیز زوال پذیر ہے سوائے اللہ کی ذات کے اس موقع پر تسبیح سے انسان کو یقین کی پختگی نصیب ہوتی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾

وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے‘‘(43)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴾ ’’وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے‘‘ ذکر اللہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی یاد کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ ’’وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی‘‘ یعنی ایمان والو تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت اور استغفار کرتے ہیں۔

(2)﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ

اَلسَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور جنھوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! اور اُنہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اُن کو بُرائیوں سے بچالے اور جس کو تُو نے اُس دن بُرائیوں سے بچالیا تو یقیناً اُس پر تُو نے رحم کیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (المومن: 7-9)

(3) ﴿لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ ''تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں'' یعنی وہ تمہیں کفر اور نافرمانیوں کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اطاعت کے نور میں لے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ہی تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کا سبب بنی ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴾ ''اور وہ مومنوں پر ہمیشہ سے نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے۔ اس کی رحمت کی نشانی ہدایت کی توفیق ہے۔ اس نے تمہیں سیدھا راستہ دکھایا جب کہ لوگ بھٹک گئے۔ آخرت میں بھی وہ مومنوں پر مہربان ہوگا۔ اس دن کی گھبراہٹ سے وہ امن میں رکھے گا۔

(5) فرشتوں کو وہ یہ حکم دے گا کہ جہنم سے نجات اور جنت کی کامیابی کی بشارت لے کر جاؤ اور ان کا استقبال کرو۔ یہ اس کی محبت، شفقت اور عنایت اور مہربانی کی علامت ہی تو ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1592/2)

سوال 2: ملائکہ دُعائے رحمت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ملائکہ ایمان والوں کے دوست ہوتے ہیں انہیں یاد کرتے ہیں ان کے بلند مقام و مرتبے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے ہیں کہ وہ مومنوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔

سوال 3: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نور کیا ہے؟

جواب: دنیا میں اللہ کا نور اللہ کا دیا ہو علم ہے جو انسان کو اس کی زندگی کے بارے میں راہ نمائی دیتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ کے دیئے ہوئے علم کے ماسوا جتنے افکار و خیالات ہیں سب ظلمات یعنی تاریکیاں ہیں۔

﴿تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا﴾

''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے'' (44)

سوال: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ مومنوں کو سلام کرے گا اور باعزت اجر دے گا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ﴾ ''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہو گی'' ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومنوں کو اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن جنت میں سلام کریں گے۔ (جامع البیان: 21,20/22)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' (یٰس: 58)

(3) اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس دن مومن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اس دن وہ خود انہیں سلام کرے گا۔

(4) جنت میں مومنوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلے گا اور ان کی باہمی دعا اسلام علیکم ہو گی اور آخری بات الحمد اللہ رب العالمین ہو گی۔

(5) ﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' رب العزت نے جنت میں ان کے لئے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے یعنی جنت کی نعمتیں، کھانے پینے کے خوب صورت انتظامات حسین لباس، سحر انگیز محلات اور باغات، حور و غلمان اور لذت آفرین نعمتیں اور خوب صورت اور دلکش نظارے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا نہ کسی کے تصور میں آیا، سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (45)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسالت کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے وہ صفات عطا فرمائیں۔ وہ پانچ صفات ہیں شاہد، مبشر، نذیر، داعیاً الی اللہ، سراج منیر۔

(2) عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی کے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں، تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے۔ نہ

بازاروں میں شور مچانے والا، وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر:257) (ابن ابی حاتم، بخاری، مسند احمد)

(3) ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ ''اے نبی!'' رب العزت نے نبی ﷺ کی تکریم کے لئے آپ ﷺ کو اے نبی! کہہ کر پکارا ہے۔

(4) ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا'' شاہد نبی ﷺ کی صفت ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور لوگوں کے اعمال پر گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ کا اپنی امت کے اچھے اور برے اعمال پر گواہ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا﴾ ''اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (البقرۃ:143)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے؟'' (النساء:41)

(6) شاہد کے لفظ کو غلط معنی بھی پہنائے گئے ہیں ''شاہد'' کا ترجمہ حاضر وناظر کیا گیا یہ قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے۔ یہ عقیدہ قرآن مجید کے بنیادی موضوع اور حق کے خلاف ہے۔

(7) ﴿وَّمُبَشِّرًا﴾ ''خوش خبری دینے والا'' مبشر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ ایمان والوں کو آخرت میں اجر کی، ثواب کی خوش خبری سناتے ہیں۔ آپ ﷺ مومنوں کو بشارت دینے کے لیے مبعوث کیے گئے، کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے اور وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں۔

(8) ﴿اَلْمُبَشَّرُ﴾ ''جس کو خوش خبری دی گئی ہو'' سے مراد اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع اور معاصی کو ترک کیا ہے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ہر قسم کے دینی اور دنیاوی ثواب کی بشارت ہے جو ایمان اور تقویٰ پر مترتب ہوتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ سب کچھ اعمال کی تفاصیل تقویٰ کے خصائل اور ثواب کی اقسام کے ذکر کو مستلزم ہے۔ (تفسیر سعدی:2157,2156/3)

(9) ﴿وَّنَذِیْرًا﴾ اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' نذیر نبی ﷺ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ﷺ کافروں کو بڑے عذاب کی وعید اور آپ ﷺ ہر اس شخص کو ڈرانے کے لئے، تنبیہ کرنے کے لئے بھیجے گئے جو اعراض کرتا ہے اور ایمان نہیں لاتا اور خیر کا کوئی کام نہیں کرتا آپ ﷺ انہیں ڈراتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہ عذاب دے گا۔

(10) (اَلْمُنْذَرُ) سے مراد مجرم، ظالم اور جاہل لوگ ہیں، جن کے لیے اس دنیا میں دینی اور دنیاوی عقوبات کے ذریعے سے ڈرانا ہے جو ظلم اور جہالت پر مترتب ہوتی ہیں اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2156/3)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کس کی گواہی دیں گے؟

جواب:(1) آپ اپنی اُمت کی گواہی دیں گے ایمان لانے والوں، جھٹلانے والوں دونوں کی گواہی دیں گے۔

(2) رسول اللہ ﷺ دیگر انبیاء کی بھی گواہی دیں گے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق ہوگی۔

﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' (46)

سوال1: ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' نبی ﷺ پوری دنیا کی مشترک میراث ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1) ﴿وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دینے والا'' نبی ﷺ کی صفت داعیا الی اللہ ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا تا کہ آپ مخلوق کو ان کے رب کی طرف دعوت دیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کا شوق پیدا کریں اور ان کو اس کی عبادت کا حکم دیں جس کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ چیز ان امور پر استقامت کا تقاضا کرتی ہے جن کی دعوت دی گئی ہے اور یہ چیز ان کے اپنے رب کی، اس کی صفات مقدسہ کے ذریعے سے معرفت اور جو صفات اس کے جلال کے لائق نہیں ان صفات سے اس کی ذات مقدس کی تنزیہ جیسے امور کی تفاصیل کا تذکرہ ہے جن کی طرف انھیں دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مختلف انواع، قریب ترین راستے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے، ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ دعوت الی اللہ اپنے نفس کی تعظیم کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ اس مقام پر بہت سے نفوس کو کبھی کبھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2156،2157)

(3) ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (النحل:125) آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلغوا عني ولو آية: مجھ سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو'' یہ آپ ﷺ کی طرف سے علم اور تربیت کی اجازت ہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کی وارث یہ امت ہے۔

(4) ﴿وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے'' نبی ﷺ کی صفت سراج منیر ہے یعنی جو بھی کامیابی کے راستے کی

ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔وہ آپ ﷺ سے راہ نمائی حاصل کرسکتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے سب استفادہ کرتے ہیں ایسے ہی نبی ﷺ کی روشن شخصیت پوری دنیا کی مشترک میراث ہے۔

(5) یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ تمام مخلوق بہت بڑی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جہاں روشنی کی کوئی کرن نہ تھی جس سے راہنمائی حاصل کی جا سکتی، نہ کوئی علم تھا کہ اس جہالت میں کوئی دلیل مل سکتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کا پردہ چاک کردیا،آپ ﷺ کے ذریعے سے جہالتوں کے اندھیروں میں علم کی روشنی پھیلائی اور آپ ﷺ کے ذریعے سے گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔پس اہل استقامت کے لیے راستہ واضح ہوگیا اور وہ اس راہنما کے پیچھے چل پڑے۔انھوں نے اس کے ذریعے سے خیروشر،اہل سعادت اور اہل شقاوت کو پہچان لیا۔انھوں نے اپنے رب کی معرفت کے لیے اس سے روشنی حاصل کی اور انھوں نے اپنے رب کو اس کے اوصاف حمیدہ،افعال سدیدہ اور احکام رشیدہ کے ذریعے سے پہچان لیا۔(تفسیر سعدی:2157/3)

(6) اس مادی دنیا یا کائنات میں اللہ تعالیٰ نے سورج کو سراج (چراغ) کا نام دیا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ چاند اور ستارے بالواسطہ اسی سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور روحانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سراج منیر (چمکتا ہوا چراغ) کا لقب عطا فرمایا۔ گویا نبوت کے آفتاب آپ ﷺ ہیں آپ ﷺ کے طلوع ہونے کے بعد اب کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی۔اب ہر انسان کو اپنے شعبہ زندگی کے لئے ہدایت اسی آفتاب نبوت وہدایت سے حاصل کرنا ہوگی۔(تفسیر تیسیر القرآن:596/3)

سوال 2: داعی الی اللہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب: (1) داعی الی اللہ کی ذمہ داری رب کی طرف بلانا ہے۔(2) داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کا پیغام صاف صاف پہنچا دے۔

(3) داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو رب کا اُس کی عظمتوں،قوتوں،قدرتوں اور اختیارات کا شعور دے۔

(4) داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو کتاب اللہ سے جوڑنے کی کوشش کرے تاکہ لوگ اس کتاب کو پڑھیں، سمجھیں اس کے مطابق عمل کریں اور کتاب کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل ہوجائیں۔

(5) داعی الی اللہ کا کام ہے کہ لوگوں کو تعصب سے نکالے۔(6) داعی الی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبرو تحمل سے کام لے اور انسانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔(7) داعی الی اللہ کو انسانوں کے لیے خیر خواہ رہنا چاہے۔

(8) داعی الی اللہ کو آخرت کی فکر دلانی چاہیے تاکہ لوگ آخرت کے لیے عمل کرنے کے قابل ہوسکیں۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾

''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' (47)

سوال:﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور آپ مومنوں کو خوش خبری دے دیں'' یعنی ایمان کی بنیاد پر ایمان والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔ایمان کے ساتھ عمل صالح لازم وملزوم ہیں یہ کہ وہ تمام امتوں سے بہتر ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

(2)﴿بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا﴾''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن کے لیے بہت بڑا فضل ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان امور کا بھی ذکر کیا جن کی خوش خبری دی گئی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اور جلیل القدر فضل، جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا مثلاً اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت، ہدایت قلوب، گناہوں کی بخشش، تکلیفوں کا دور ہونا، رزق کی کثرت اور ارزانی، خوش کن نعمتوں کا حصول، اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول میں کامیابی اور اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے نجات۔اور وہ امور ہیں جن کے ذکر سے عمل کرنے والوں کو نشاط حاصل ہوتا ہے، جن سے وہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد لیتے ہیں۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔جیسا کہ یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ترہیب کے مقام پر عقوبتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان افعال پر مترتب ہوتی ہیں جن سے ڈرایا گیا ہے تا کہ یہ ترہیب ان امور سے باز رہنے میں مدد دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔(تفسیر سعدی:2157/3)

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دو پہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے صبح سے دو پہر تک کام کیا پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر کون میرا کام کرے گا، چنانچہ پھر یہ کام انصاری نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا اور تم امت محمدیہ ہی وہ لوگ ہو جن کو یہ درجہ حاصل ہوا اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، اور وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے، پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو پورا مل گیا اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔''(بخاری:2268)

﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے''(48)

سوال:﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی

ہے'' کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ ''اور آپ کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں'' یعنی کافر اور منافق رب کے حکم کے مخالف جو بات کریں آپ وہ نہ مانیں۔

(2) کافر اور منافق اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والوں کا راستہ روکنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں۔ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو ان کے برے منصوبوں سے آگاہ کیا ہے اور ان کی اطاعت کرنے سے روکا ہے۔

(3) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان انہیں اذیت دینے لگ جائیں حکم صرف یہ ہے کہ اطاعت نہیں کرنی۔

(4)﴿وَدَعْ اَذٰىهُمْ﴾ ''اور اُن کے ستانے کی پرواہ نہ کریں'' یعنی ان کو اذیت دینی چھوڑ دیں اور اس پر صبر کریں یہاں تک کہ آپ ﷺ کا رب آپ کو حکم دے۔ (5) یعنی ان کی اذیتوں کو درگزر کر دیں کیونکہ یہی چیز ان کو قبولِ اسلام کی طرف لے آئے گی۔

(6)﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں'' اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ اپنے کام کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

(7)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے جو اس پر دنیا و آخرت کے معاملات میں توکل کرتا ہے (صفوۃ التفاسیر: 487/2) (8) وکیل کسی کام کی نگرانی کرنے والے، کسی کام کے لئے کھڑے ہونے والے کو کہتے ہیں۔

(9) اللہ توکل کے لیے کافی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی قابلِ اعتماد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاشرے کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات قبول کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا گہرا شعور دے کر آپ ﷺ کو مشن کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے تیار کیا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سرو سامان دے دو اور انہیں رخصت کردو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' (49)

سوال 1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے

نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو، چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو اور انہیں رخصت کر دو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' صحبت سے پہلے طلاق پر عدت نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی تصدیق کی ہے۔(ایسر التفاسیر:1217)

(2)﴿اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ ''جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انہیں اس سے پہلے ہی طلاق دے دو کہ تم اُنہیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے اُن پر کوئی عدت نہیں ہے جس کا تم شمار کرو'' اللہ رب العزت نے مومنوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جب وہ مومن عورتوں سے نکاح کریں اور چھوئے بغیر طلاق دے دیں تو اس صورت میں طلاق یافتہ عورتوں پر کوئی عدت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ متاع دے دلا کر رخصت کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ ان کی دل شکنی کا ازالہ ہو جائے۔

(3)﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۳۷﴾﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو کہ تم نے ابھی انہیں ہاتھ نہ لگایا ہو یا اُن کا مہر تک مقرر نہ کیا ہو اور اُن کو کچھ سامان دے دو، خوشحال پر اس کی کشائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے ساز و سامان دینا ہے نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم نے انہیں طلاق دے دی اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور تم ان کے لیے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ مرد معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو اور آپس میں فضل کو فراموش نہ کرو یقیناً تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (البقرہ:237,236)

(4) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحبت سے پہلے طلاق دینا جائز ہے اور یہ کہ طلاق نکاح کے بغیر نہیں ہوتی۔ ''لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ: نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔'' (صحیح سنن ابن ماجہ البانی)

(5)﴿فَمَتِّعُوْهُنَّ﴾ ''چنانچہ اُنہیں کچھ سروسامان دے دو'' اس آیت کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھونے سے پہلے طلاق دے دی جائے تو شوہر کو اس کی حیثیت کے مطابق متاع دینا واجب ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو

چھونے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا۔ ایسی صورت میں ''مہر متاع'' کے لیے بھی کفایت کرتا ہے۔

(6)﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ ''اور انہیں رخصت کردو، اچھے انداز سے رخصت کرنا'' یعنی نہایت اچھے طریقے سے طلاق دیں اور اچھے طریقے سے رخصت کریں۔

سوال 2: بھلے طریقے سے رخصت کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ عزت واحترام سے رخصت کرو۔ (2) کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر الزام تراشی کے بغیر رخصت کرو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کرچکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کردے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (50)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کردیں جن کے مہر آپ ادا کرچکے ہیں اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن

میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کر دے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کر لے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے، یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو اُن پر فرض کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" نبی ﷺ کے لیے حلال عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ "اے نبی! یقیناً ہم نے آپ پر آپ کی وہ بیویاں حلال کر دیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں" رب العزت نے اپنے نبی ﷺ پر واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے وہ عورتیں ہم نے حلال کر دیں ہیں جن کے مہر آپ ﷺ ادا کر چکے ہیں۔

(2) اجر سے مراد مہر ہے۔ آپ ﷺ کی تمام عورتوں کے مہر پانچ پانچ درہم تھے سوائے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جن کا مہر 400 دینار تھا جو نجاشی نے ادا کر دیا تھا جو حبشہ کا بادشاہ تھا۔

(3) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بغیر مہر کے ہوا تھا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تھا۔ یہ ان امور میں ہے جو نبی ﷺ اور اہل ایمان میں مشترک ہے اہل ایمان کے لیے بھی وہی بیویاں حلال ہیں جن کے مہر انہوں نے ادا کر دیئے ہیں۔

(4) ﴿وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ "اور وہ عورتیں بھی جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ ہے اُن میں سے جو اللہ تعالیٰ آپ پر لوٹا کر لایا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت میں سے جو لونڈیاں آپ کو دیں غلام ہوں یا آزاد، ان کے شوہر ہوں یا نہ ہوں وہ بھی حلال ہیں۔ دو لونڈیوں سے آپ ﷺ نے آزاد کر کے نکاح کیا تھا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کو آپ ﷺ نے خیبر کے قیدیوں میں سے چنا تھا پھر ان کی آزادی کو ان کا مہر بنا دیا تھا۔ اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی کتابت کی رقم سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ (5) آپ ﷺ کے پاس سیدہ ریحانہ بنت شمعون اور سیدہ ماریہ قبطیہ لونڈیوں میں سے تھیں۔ یہ دونوں لونڈیاں ہی رہیں۔

(6) یہ معاملہ بھی ایمان والوں میں اور نبی ﷺ میں مشترک ہے۔

سوال 2: ﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ "اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے" نبی ﷺ کے لیے مباح عورتوں کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

(1) ﴿وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ﴾ "اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے

ماموں کی بیٹیاں'' اس میں قریب اور دور کے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ بھی، سب شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2161/3)

(2)﴿الّٰتِیۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ﴾ ''انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے'' یعنی جن عورتوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے سو جن عورتوں نے ہجرت نہیں کی وہ آپ ﷺ کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (3) یہ قید نبی ﷺ کے لیے ہے اہل ایمان کے لیے نہیں۔

سوال 3:﴿وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی کے لیے ہبہ کی کر دے اور اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے۔ دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے'' نبی ﷺ کے علاوہ شوہر بلا مہر کے حرام ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِیِّ﴾ ''اور وہ مومن عورت کہ اگر اپنا آپ نبی ﷺ کے لیے ہبہ کردے'' یعنی جو مسلمان عورت خود کو آپ ﷺ کے لیے بلا مہر کے ہبہ کر دے۔

(2)﴿اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡكِحَهَا﴾ ''اگر نبی اُس سے نکاح کرنے کا ارادہ کرلے'' یعنی اگر نبی ﷺ نکاح کرنا چاہیں۔ آپ ﷺ کے ارادے اور رغبت پر منحصر ہے۔ (3) اس میں دو شرائط ہیں ایک تو یہ کہ وہ عورت خود کو ہبہ کرے اور آپ ﷺ بھی نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ (4)﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''دیگر مومنوں کے سوا یہ خالصتاً آپ کے لیے ہے'' ہبہ کرنے والی عورت خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز ہے۔ کسی اور مسلمان کے لئے نہیں ہے۔

(5) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس (آپ کے لیے) ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نکاح کا ارادہ نہیں رکھتے تو اسے میرے نکاح میں دے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس میرے تہ بند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اگر تم اسے دے دو گے تو خود تہ بند کے بغیر رہ جاؤ گے، سو کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا، میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تلاش تو کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا قرآن کی کچھ سورتیں تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں! فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس تو انہی سورتوں پر میں نے اسے تمہارے نکاح میں دیا۔ (بخاری: 5135)

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ خاص احکامات کون سے ہیں جو مومنوں کے لیے نہیں؟

جواب: (1) چار سے زیادہ عورتیں کوئی بھی بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

(2) نکاح کے لیے ولی، گواہ اور حق مہر ضروری ہیں ان کے بغیر نکاح صرف نبی ﷺ کی خصوصیت تھی۔

سوال 5:﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ لِكَیۡلَا یَكُوۡنَ عَلَیۡكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ

اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ ”یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جواُن پر فرض کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہواور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ رب العزت نے تمہاری بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں تنگی کو کیسے ختم کیا وضاحت دیں؟

جواب: (1)﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡہِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِہِمۡ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ لِکَیۡلَا یَکُوۡنَ عَلَیۡکَ حَرَجٌ﴾ ”یقیناً ہمیں معلوم ہے ہم نے اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جواُن پر فرض کیا ہے تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو“ رب العزت نے اہل ایمان پر واضح فرمایا ہے کہ اہل ایمان پر بیویوں اور لونڈیوں کی قلت وحرمت کے بارے میں ہم نے آگاہ کر دیا ہے کہ ان کے لیے کیا حلال ہے اور کیا نہیں؟ بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ان کے فرائض سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔

(2) جو احکامات صرف نبی ﷺ کے لیے خاص ہیں اور جو مومنوں کے لئے مباح ہیں۔

(3)﴿لِکَیۡلَا یَکُوۡنَ عَلَیۡکَ حَرَجٌ﴾ ”تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو“ آپ کو جو وسعت دی گئی، دوسروں کو نہیں۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ (4)﴿وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایمان والوں کی نصرت کرنے والا اور ہمیشہ سے رحم کرنے والا ہے۔

﴿تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡہُنَّ وَ تُــٔۡوِیۡۤ اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکَ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُہُنَّ وَ لَا یَحۡزَنَّ وَ یَرۡضَیۡنَ بِمَاۤ اٰتَیۡتَہُنَّ کُلُّہُنَّ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا﴾

”آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے، یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے“ (51)

سوال 1: ﴿تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡہُنَّ وَ تُــٔۡوِیۡۤ اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکَ﴾ ”آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے“ نبی ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) نبی ﷺ کو رب العزت نے اس بات کی اجازت دی کہ باریوں کی تقسیم ترک کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود باریاں مقرر کریں تو آپ ﷺ کی ان ازواج پر نوازش ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ازواج میں ہر چیز تقسیم کر رکھی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ تعالیٰ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور جو میرے بس میں نہیں اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔'' (ابوداؤد:2134)

(2) یہاں رب العزت نے فرمایا: ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ''آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں'' آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں الگ کر دیں۔ نہ اپنے پاس بلائیں اور نہ رات بسر کریں۔

(3) ﴿وَتُـٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں'' یعنی جس کو چاہیں اپنے پاس بلائیں اور رات بسر کریں۔

(4) ﴿وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ﴾ ''اور جس کو آپ اپنے پاس طلب کریں اُن میں سے جنہیں آپ نے الگ کر دیا تھا'' اگرچہ باری مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں، اس کے باوجود آپ جس کو چاہو اپنے پاس بلالو ان میں سے جن کو آپ نے الگ کیا تھا۔

(5) ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ﴾ ''آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے'' یعنی آپ ﷺ کے لیے کوئی گناہ نہیں، کوئی حرج نہیں۔

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی کہ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے آپ سے دور رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کر لیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی کی باری میں سے کسی دوسرے کے پاس جانا چاہتے تھے تو جن کی باری ہوتی ان سے اجازت لیتے تھے میں نے اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ایسی صورت میں آپ نبی ﷺ سے کیا کہتی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہ عرض کر دیتی تھی کہ یا رسول اللہ! اگر یہ اجازت مجھ سے لے رہے ہیں تو میں اپنی باری دوسرے پر ایثار نہیں کر سکتی۔ (بخاری:4789)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے باوجود ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کیسا سلوک روا رکھا تھا؟

جواب:(1) رسول اللہ ﷺ نے اختیار ملنے کے باوجود ازواج کی باریاں ختم نہیں کی تھیں۔

(2) سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔

(3) مرض وفات میں آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی اجازت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آخری دن گزارے۔

(4) آپ ﷺ نے خصوصی اختیار استعمال کرنے کی بجائے اپنی بیویوں کی آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کے لیے اُن سے عدل کیا، حسن سلوک کیا، اُن کی دل جوئی کا اہتمام کیا۔

سوال 3: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى﴾ ''یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ'' یعنی جب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو معلوم ہو جائے گا کہ تقسیم یا

باریاں مقرر کرنا آپ ﷺ پر واجب نہیں ہے، پھر بھی آپ مساویانہ سلوک کر رہے ہیں تو اس حسن سلوک سے امید ہے۔

(2)﴿اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ﴾ ''اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں'' یعنی وہ خوش اور مطمئن ہو جائیں گی۔

(3)﴿وَلَا يَحْزَنَّ﴾ ''اور وہ غم نہ کریں'' اور وہ غم نہیں کریں گی۔

(4)﴿وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ﴾ ''اور وہ سب اس پر راضی رہیں جو بھی آپ اُن سب کو دیں'' یعنی آپ ﷺ کے عدل وانصاف پر آپ ﷺ کا احسان مانیں گی اور جو کچھ آپ انہیں دیں گے اس پر وہ خوش ہو جائیں گی۔

سوال 4:﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جانتا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور جو بھی تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ دلوں کے حالات اور ان کے رجحانات سے خوب واقف ہے۔ تمہاری دلی محبت کو وہ خوب جانتا ہے۔

(2) حقوق واجبہ ومستحبہ کی ادائیگی اور حقوق میں مزاحمت کے وقت دلوں میں جو خیال گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے اے اللہ کے رسول! آپ کے لیے یہ وسعت مشروع کی گئی ہے تاکہ آپ کی ازواج کا دل مطمئن رہے۔ (تفسیر سعدی:2163/3)

(3)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے معاملے میں انتہائی بردبار ہے۔

(4) یہ اس کا علم ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہ چیز مشروع کی ہے جو تمہارے معاملات کے لیے درست اور تمہارے اجر میں اضافہ کرنے کی باعث ہیں اور یہ اس کا حلم ہے کہ تم سے جو کوتاہیاں صادر ہوئیں اور تمہارے دلوں نے جس برائی پر اصرار کیا، اس نے اس پر تمہاری گرفت نہیں فرمائی۔ (تفسیر سعدی:2163/3)

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح میں کیا حکمتیں ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح کی حکمتیں:

(i) رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زائد نکاح شخصی ضروریات سے آگے بڑھ کر ہیں۔ (ii) آپ ﷺ کے نکاح تبلیغی اور تعلیمی ضروریات کے لیے تھے۔ (iii) آپ ﷺ کے نکاح اصلاح معاشرہ کے لیے تھے۔ (iv) آپ ﷺ کے نکاح جاہلانہ رسومات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔ (v) آپ ﷺ کے نکاح قبائلی عداوتوں اور تعصّبات کو ختم کرنے کے لیے بھی تھے۔ (vi) حقیقت یہ ہے کہ ایک جاہل قوم کو مہذب بنانے کے لیے مردوں کے ساتھ عورتوں کی تربیت کی ضرورت تھی اس کے لیے مخلوط تعلیم کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے مختلف عمر کی خواتین سے آپ ﷺ کے نکاح کیے گئے۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾

''اس کے بعداور عورتیں آپ پر حلال نہیں اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں اگر چہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' (52)

سوال:﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اس کے بعداور عورتیں آپ پر حلال نہیں اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں اگر چہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے'' نبی ﷺ پر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے نکاح کرنے کو حلال نہیں رکھا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کی قدر دانی کی ہے۔انہیں دنیا وآخرت میں نبی ﷺ کے لئے منتخب فرمایا اب ان پر انحصار کرنے کا حکم دیا۔ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے نکاح کرنے کو نبی ﷺ کے لئے حلال نہ رکھا گیا۔

(2)﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ﴾ ''اس کے بعداور عورتیں آپ پر حلال نہیں''یعنی نبی ﷺ کے لئے ان ۹ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن کے بعد کسی اور عورت سے نکاح کو جائز نہ رکھا گیا۔یہ ازواج کا اکرام تھا۔

(3)﴿وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ﴾ ''اور نہ ہی آپ اُن کی جگہ دوسری بیویاں لا سکتے ہیں''یعنی اب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتے۔

(4)﴿وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ ''اگر چہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے''اگر چہ آپ ﷺ کو کتنی بھلی لگیں۔

(5) اس آیت کریمہ کی بنا پر وہ طلاق اور سوکنوں سے محفوظ و مامون ہو گئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ وہ دنیا وآخرت میں آپ کی بیویاں ہیں۔آپ اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہوگی۔(تفسیر سعدی:2163/3)

(6)﴿اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ﴾ ''سوائے اُن کے جن کا مالک آپ کا دایاں ہاتھ بنے''یعنی لونڈیاں حلال ہیں، جو بیویوں کے مقام پر نہیں ہیں۔(7)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کامل علم رکھنے والا، کمال نگرانی کرنے والا ہے، وہ سارے امور کا علم رکھتا ہے، وہ سب امور کا نگہبان ہے۔وہی ہمارا معبود ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اسی کے لیے جینا اور اسی کے لیے مرنا ہے۔اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آجاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقیناً یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے“ (53)

سوال 1: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو“ بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو!“ اللہ رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی اور اس کے نبی ﷺ پر اور جو وہ لے کر آیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں۔

(2) ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ ”نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر جب تمہیں اجازت دی جائے“ یعنی

بلا اجازت نبی ﷺ کے گھروں میں نہ جاؤ جیسے دورِ جہالت میں اور اسلام کے ابتدائی دور میں لوگ اپنے گھروں میں بلا اجازت آنے جانے کے عادی تھے۔

(3)﴿اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ﴾ ''کھانے کی طرف، اس حال میں کہ تم اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے والے نہ ہو'' کھانا تیار ہونے اور اس کے پکنے کا انتظار نہ کیا کرو اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر نہ کیا کرو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم دو شرائط کے ساتھ نبی ﷺ کے گھروں میں داخل ہوا کرو: (i) داخل ہونے کی اجازت ملنے کے بعد (ii) تمھارا آپ کے گھر میں بیٹھنا ضرورت کے مطابق ہو۔

(4) یعنی دعوت کے وقت جاؤ، اجازت لے کر جاؤ یہ نہیں کہ پکنے کا انتظار کرتے رہو اور پک جائے تو فوراً چلے جاؤ۔

سوال 2: اس آیت میں گھریلو معاشرت کے لیے مسلمانوں کو کیا آداب سکھائے گئے؟

جواب (1) دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہوں۔ (2) کھانے یا کسی اور ضرورت کے لیے بلایا جائے تو صرف ضرورت کے مطابق بیٹھیں۔ (3) کھانے یا ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد واپس چلے جائیں۔

(4) دوسروں سے ملاقات کے موقع پر غیر ضروری باتوں سے گریز کریں۔ (5) عورتوں سے کوئی کام ہو تو پردے کے پیچھے سے اس کو انجام دیں۔

سوال 3: ﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو، یقیناً یہ بات نبی کو اذیت دیتی ہے پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا'' دعوت قبول کرلو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا﴾ ''لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر آ جاؤ'' یعنی دعوت یا اجازت کے بغیر نہ جاؤ۔ دعوت میں طفیلی بن کے جانا حرام ہے۔ دعوت قبول کرلو تو جاؤ اور دعوت کھا کر واپس آ جاؤ۔

(2)﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ ''پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ'' جب تم کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو اپنے گھروں کو اپنے کام کے لئے لوٹ جاؤ۔ تم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے۔

(3)﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ﴾ ''اور باتوں میں دل لگانے والے نہ بنو'' یعنی کھانے سے پہلے اور بعد میں باتیں نہ کرنے لگ جاؤ۔

(4)﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقیناً یہ بات'' یعنی تمہارا وہاں زائد از ضرورت بیٹھنا۔

(5)﴿كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ﴾ ''نبی کو اذیت دیتی ہے'' یعنی تمہارا اپنے کام چھوڑ کر بیٹھنا نبی ﷺ پر گراں گزرتا ہے۔ تمہاری یہ حرکت نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتی ہے۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو قوم کو آپ نے دعوت

ولیمہ دی، کھانا کھانے کے بعد لوگ (گھر کے اندر ہی) بیٹھے (دیر تک) باتیں کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا گویا آپ اٹھنا چاہتے ہیں (تاکہ لوگ سمجھ جائیں اور اٹھ جائیں) لیکن کوئی بھی نہیں اٹھا، جب آپ نے دیکھا کہ کوئی نہیں اٹھتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے، لیکن تین آدمی اب بھی بیٹھے رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ جب باہر سے اندر جانے کے لیے آئے تو دیکھا کہ کچھ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی اٹھ گئے تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ وہ لوگ بھی چلے گئے ہیں تو آپ اندر تشریف لائے۔ میں نے بھی چاہا کہ اندر جاؤں، لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے اور میرے بیچ میں دروازہ کا پردہ گرا لیا، اس کے بعد آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی ﴿یأیھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی﴾ کہ "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو۔" آخر آیت تک۔ (بخاری:4791)

(7) ﴿فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ﴾ "پھر وہ تم سے شرم کرتا ہے" آپ سے شرم اور لحاظ کی وجہ سے نبی ﷺ کچھ نہیں کہتے یعنی نبی ﷺ کے گھر میں بلا اجازت آؤ گے تو انہیں دکھ ہو گا لیکن وہ مارے شرم کے روک نہیں سکیں گے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ "اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا" رب العزت نے بلا اجازت داخلے پر پابندی، بن بلائے جانے پر اور دعوت میں دیر تک باتیں کرتے رہنے کی ممانعت نازل کر دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اسی وجہ سے اس نے تمہیں ان کاموں سے روک دیا۔

سوال 4: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ "اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے" ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن سے مخاطب ہونے کے آداب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ "اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو" ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن سے مخاطب ہونا ہو، ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو تمہارے اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جو نظر پڑنے سے بچائے کیونکہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

(2) پردے کے پیچھے سے مراد دروازے کے پیچھے یا چادر وغیرہ کے پیچھے سے بات کریں۔ دیکھنا ممنوع ہے۔

(3) ان کو دیکھنے کی ممانعت کے ساتھ ان کے پاس جانے کی ممانعت بھی پتہ چل رہی ہے۔

(4) ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیھن سے مخاطب ہونے کی حقیقی ضرورت نہ ہو تو اس کو بھی ترک کر دینا چاہیے۔

(5) ﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ "یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے" یہ طریقہ ہر قسم کے شبے سے پاک ہے کیونکہ برائی کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے دور رہنے میں قلب کی سلامتی اور پاکیزگی ہے۔

(6) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ برائی کے تمام وسائل، اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں۔ ان سے دور رہنا بھی مشروع ہے۔

(7) یہ آیت حجاب ہے۔

سوال 5: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، یقینا یہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے'' مسلمانوں پر امہات المؤمنین حرام ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ﴾ ''اور تمہارے لیے جائز نہیں'' یعنی تمہارے لئے یہ درست بات نہیں ہے، یہ قبیح ترین بات ہے۔

(2) ﴿اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ ''کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو'' یعنی اپنے قول یا فعل سے نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچاؤ۔

(3) ﴿وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا﴾ ''اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اُس کے بعد اُس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو'' اور یہ بات آپ کے لائق نہیں ہے کہ امہات المؤمنین میں سے کسی سے آپ ﷺ کے بعد نکاح کرو۔ زوجیت کا رشتہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے کیونکہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہمن دنیا اور آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کی امت میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ (4) ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ﴾ ''یقینا یہ ہمیشہ'' یعنی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اور آپ ﷺ کی ازواج میں سے آپ ﷺ کے بعد نکاح کرنا۔ (5) ﴿كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی قضا، اس کی شریعت میں۔

(6) ﴿عَظِيْمًا﴾ ''بہت بڑی بات ہے'' یعنی عظیم گناہ ہے۔

سوال 6: مؤمنوں کو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے سے روکا۔ اس میں کون سے اُمور شامل ہیں؟

جواب: تکلیف خواہ کسی بھی اعتبار سے ہو مثلاً

(1) آپ ﷺ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا۔ (2) رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے بغیر گھر میں بیٹھے رہنا۔

(3) ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہمن سے بغیر حجاب کے گفتگو کرنا وغیرہ۔

﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (54)

سوال: ﴿اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اُس کو چھپاؤ، تو یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سارے راز جانتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ'' رب العزت نے فرمایا اگر تم کسی چیز کو اپنی زبان سے ظاہر کرو۔﴿اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''یا تم اس کو چھپاؤ'' یا تم دلوں میں چھپالو۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا﴾ ''تو یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے رازوں سے واقف ہے۔اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ ''خیانت کرنے والی آنکھوں کو جانتا ہے اور جو راز سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔'' (غافر:19)(4)اس آیت میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جن کی طرف آیت﴿ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ﴾ اور﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ میں ارشاد فرمایا ہے اگر تم آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے متعلق دل میں کوئی برا خیال رکھو گے تو اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ رہے گا اور تمہیں اس کی ضرور سزا ملے گی۔(قرطبی)(اشرف الحواشی:509/1)

﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا﴾

''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' (55)

سوال1:﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو، یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' کن رشتہ داروں سے پردہ نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا کہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن سے کوئی چیز طلب کی جائے تو پردے کے پیچھے سے طلب کی جائے۔ضرورت پڑی کہ ان محرم رشتہ داروں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے جن سے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔اس لئے فرمایا:﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا

﴿نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ''اُن عورتوں پر (سامنے آنے میں) کوئی گناہ نہیں اُن کے باپوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بیٹوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھائیوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھتیجوں کے بارے میں اور نہ اُن کے بھانجوں کے بارے میں اور نہ اپنی عورتوں کے بارے میں اور نہ اپنے غلاموں کے بارے میں'' اس آیت میں بھی ان ہی لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا جن کو سورہ النور:31 میں مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ یعنی والد، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، عورتیں اور غلام، جب تک غلام پورے کا پورا ان کی غلامی میں ہو۔

(2) سورۃ النور میں اس آیت سے زیادہ لوگوں کا بیان ہے۔ (3) ان دونوں آیات میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں۔

(4) جب خالاؤں اور پھوپھیوں پر بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ واجب نہیں تو چچا اور ماموں سے پردہ کرنا بدرجہ اولیٰ واجب نہیں۔ (تفسیر سعدی:2166/3)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ابوالقیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ حاصل کرلوں۔ ان سے نہیں مل سکتی، میں نے سوچا کہ ان کے بھائی ابوالقیس نے مجھے تھوڑا ہی دودھ پلایا تھا، مجھے دودھ پلانے والی تو ابوالقیس کی بیوی تھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے عرض کی یارسول اللہ! ابوالقیس کے بھائی افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملنے کی اجازت چاہی، لیکن میں نے کہلوا دیا کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ لوں ان سے ملاقات نہیں کرسکتی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے چچا سے ملنے سے تم نے کیوں انکار کردیا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابوالقیس نے مجھے تھوڑا دودھ پلایا تھا دودھ پلانے والی تو ان کی بیوی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اندر آنے دو وہ تمہارے چچا ہیں عروہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رضاعت سے بھی وہ چیزیں حرام ہوجاتی ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوجاتی ہیں۔ (بخاری:4796)

(6) ﴿وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو'' ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کو تمام حالات میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام ظاہری و باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے، ان کے تمام اقوال کو سن رہا ہے اور ان کی تمام حرکات کا مشاہدہ کر رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:2167/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تقویٰ کا حکم دے کر کیا واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حکم سے یہ واضح کیا ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے تمہارے دل اور نظریں محفوظ رہیں گی۔

ورنہ محض پردے کی ظاہری پابندیاں گناہ میں ملوث ہونے سے نہیں بچاسکتیں۔

سوال 3: تقویٰ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور دیتا ہے اور انسان اس کی وجہ سے برائیوں سے بچتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا“ (56)

سوال 1: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا“ نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں“ رب العزت نے نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ہاں بلند درجات اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت اور آپ ﷺ کے کمال کا ذکر فرمایا ہے۔

(2) اللہ تبارک و تعالیٰ ملاءِ اعلیٰ اور دیگر فرشتوں کے سامنے نبی ﷺ کی مدح و ثنا بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کی تعریف کرنا، آپ ﷺ کی مدح کرنا اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنا ہے، اور دعا کرنا فرشتوں کا درود بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے فرشتے آپ ﷺ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(3) سیدنا ابو العالیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوۃ سے مراد ہے۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یصلون کا معنی یہ ہے کہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم بھی اُن پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا“ رب العزت نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدار میں، آپ ﷺ کے بعض حقوق کی جزا کے طور پر، اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کے اکرام و تکریم کے اظہار کے لیے، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرنے اور اپنی برائیوں کے کفارہ کے لیے اے مومنو تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔ رسول اللہ ﷺ پر درود کی بہترشکل وہ ہے جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ”یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد اور آلِ محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود

ہے۔" (بخاری:3370) درود وسلام کا یہ حکم تمام اوقات میں شروع ہے اور بہت سے اہل علم نے اسے نماز کے اندر واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فرشتوں اور ملا اعلیٰ کے سامنے اپنے نبی محمد ﷺ کی مدح وثنا بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔تمام فرشتے آپ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ان آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے کمال، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں آپ کے بلند درجات، آپ کی بلند قدر ومنزلت اور آپ کے ذکر رفیع کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ﴾ (تفسیر سعدی:3/2168,2167)

(5) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول ﷺ آئے آپ کے چہرے پر خوشی تھی۔ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے چہرے پر خوشی پاتے ہیں۔آپ نے فرمایا بیشک میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور بولا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم خوش نہیں ہوتے جو تم پر درود بھیجے گا ایک بار میں اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجوں گا اور جو تم پر سلام کرے گا ایک بار میں اس پر دس بار سلام کروں گا۔(نسائی:1284)

(6) سلموا تسلیما کے بھی دو معنی ہیں۔اور یہ درجہ ذیل حدیث سے واضح ہے کہ اس کے لئے سلامتی کی دعا کیا کریں۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ دل وجان سے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں جیسا کہ سورۃ نساء کی آیت 65 میں ان الفاظ کے یہی معنی مراد ہیں: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ پھر نہیں قسم ہے تیرے ربّ کی! وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑے میں تمہیں فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں۔پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں۔(تیسیر القرآن)

سوال 2: درود کس طرح پڑھنا چاہیے؟

جواب: (1) سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے: کیوں نہ میں تمہیں ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! مجھے ضرور ہدیہ دیجئے۔کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا: "یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ "یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔" (بخاری:3370)

(2) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف

لائے۔آپ ﷺ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ یہ سننے کے بعد آپ ﷺ بالکل خاموش رہے اور ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے نہ پوچھتے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "اس طرح درود پڑھا کرو ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِی الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ "یا اللہ! تمام جہانوں میں محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی، محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ یقیناً تو قابلِ تعریف، بزرگ ہے۔" (مسلم:907)

(3) سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود بھیجیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد "اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور محمد ﷺ اور ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف کیا گیا شان وعظمت والا ہے۔" (مسند احمد:119/4)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کو سلام اس طرح کیا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجا جاتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ "اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور برکت بھیج محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح برکت بھیجی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔" (بخاری:6360)

(5) سیدنا عبدالرحمٰن بن بشیر بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر سلام اور درود بھیجیں۔ہم نے جان لیا کہ کیسے آپ ﷺ پر سلام بھیجیں لیکن آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجیں؟ فرمایا کہ یوں کہو: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ "اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر رحمت فرمائی۔اے اللہ! آلِ محمد ﷺ اے اللہ! آلِ محمد ﷺ پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت فرمائی۔ (بخاری:6358)

(6) سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجا جائے؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: درود بھیجو اور کوشش کرو۔ پھر کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ یقیناً تو قابلِ تعریف، بزرگی والا ہے۔'' (مسند احمد:1714)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پہ درود (صلاۃ) بھیجو تو اچھی طرح بھیجو، تمہیں معلوم نہیں شاید وہ درود نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جائے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا: پھر تو آپ ہمیں درود سکھا دیجیے، انہوں نے کہا، کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''اے اللہ! اپنی عنایتیں، رحمتیں اور برکتیں رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام خاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل فرما، جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں، خیر کے امام و قائد اور رسولِ رحمت ہیں، اے اللہ! ان کو مقامِ محمود پر فائز فرما، جس پہ اولین و آخرین رشک کریں گے، اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پہ اپنی رحمت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آلِ محمد پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پہ نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے''۔ (ابن ماجہ:906)

سوال 3: درود کن مواقع پر پڑھنا چاہیے؟

جواب: (1) دعا کرتے ہوئے۔ (2) اذان کے بعد۔ (3) مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اور نکلتے ہوئے۔ (4) مجلس میں۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مل کر بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے باعث وبال ہوگی اگر اللہ چاہے تو انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف فرمائے۔'' (ترمذی:2691)

(6) تشہد کے آخر میں۔ (7) نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد۔ (8) صفا اور مروہ پر۔

(9) رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہونے پر: سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بخیل وہ ہے کہ جس کے آگے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔'' (ترمذی:3546)

(10) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کے وقت مجھ پر درود بھیجا اسے روزِ قیامت میری سفارش حاصل ہوگی۔'' (صحیح الجامع الصغیر للالبانی:6233)

(11)رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک پر۔(12)غم کی حالت میں اور مغفرت مانگتے ہوئے۔

(13)ہر جگہ اور ہر وقت ۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ !فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔'' (احادیث صحیحہ:1530)

(14)جمعہ کے دن اور رات میں: سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، جو آدمی جمعہ کے روز مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔'' (صحیح الجامع الصغیر:1219)

سوال4: درود بھیجنے کے کیا فضائل ہیں؟

(1)اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں ہوتی ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔'' (مسلم:912)

(2)تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ !میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''جتنا تو چاہے۔''میں نے عرض کیا:''ایک چوتھائی صحیح ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔''میں نے عرض کیا:''نصف وقت مقرر کر دوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لیے اچھا ہے۔''میں نے عرض کیا:''دو تہائی مقرر کر دوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''جتنا تو چاہے لیکن اگر زیادہ کرے تو تیرے ہی لیے بہتر ہے۔''میں نے عرض کیا:''میں اپنی ساری دعا کا وقت درود کے لیے وقف کرتا ہوں۔''اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''یہ تیرے سارے دکھوں اور غموں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث ہوگا۔'' (ترمذی:1999)

(3)رسول اللہ ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''جب تم مؤذن سے آذان سنو تو جیسے وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو۔جو مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس، دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک درجہ ہے اللہ کے بندوں میں صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا جو اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' (مسلم:849)

(4) دس درجات بلند ہوتے ہیں، دس برائیاں دور ہوتی ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔'' (سنن نسائی :1298)

(5) رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جب بھی میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجے گا تو یہ فرشتہ مجھے کہے گا: اے محمد ﷺ! فلاں بن فلاں نے فلاں وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔'' (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ :1530)

(6) قبولیتِ دعا کا باعث ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی۔'' (سلسلۃ الاحادیث:2035)

سوال 5: رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے کیا فائدے ہیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے فائدے

(1) اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔ (2) درود بھیجنے میں فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے۔

(3) درود بھیجنے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے اگرچہ دونوں طرح کے درود کی نوعیت میں فرق ہے۔

(4) رسول اللہ پر درود بھیجنے والے پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (5) یقیناً درود بھیجنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(6) یقیناً اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (7) یقیناً اس کی دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔

(8) درود پڑھنا شفاعت کا سبب ہے جب وسیلے کا سوال ملایا جائے یا اس کو اکیلے پڑھا جائے۔

(9) بے شک وہ بندے کے لیے کفایت کا سبب ہے جس کا بندہ ارادہ کرتا ہے۔

(10) اس کے سبب سے انسان کو قیامت کے دن نبی ﷺ کا قرب حاصل ہوگا۔ (11) یہ گناہوں کے معاف ہونے کا سبب ہے۔

(12) دعا مانگنے سے پہلے درود پڑھا جائے تو ربّ العالمین سے دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔

(13) بے شک یہ بندے کو بھولی ہوئی چیز یاد کرانے کا سبب ہے۔ (14) بے شک یہ بندے کے لیے موت سے قبل جنت کی خوشخبری کا سبب ہے۔ (15) بیشک یہ درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت کی دعا کرنے کا سبب ہے۔

(16) بے شک یہ تنگدست کے لیے صدقہ کے قائم مقام ہے۔ (17) درود اپنے پڑھنے والے کے لیے تزکیہ اور طہارت کا ذریعہ ہے۔

(18) بیشک یہ درود وسلام بھیجنے والے پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود وسلام کے لوٹائے جانے کا سبب ہے۔

(19) یہ حاجتوں کے پورا ہونے کا سبب ہے۔(20) بے شک یہ قیامت کے دن کی ہولنا کی سے نجات کا سبب ہے۔

(21) بے شک یہ اس مجلس کی نحوست سے نجات کا ذریعہ ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا نہ کی جائے اور اس کے رسول ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔(22) بے شک یہ فقر کی نفی کا سبب ہے۔

(23) بے شک یہ اپنے پڑھنے والے کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور اس کے چھوڑنے والے کو اس سے بھٹکا دیتا ہے۔

(24) بے شک یہ سبب ہے بندے کے بخل کے نام کی نفی کا جب وہ آپ ﷺ کا ذکر ہونے پر آپ ﷺ پر درود بھیجے۔

(25) بے شک یہ مجلس کے پاک ہونے کا سبب ہے۔

(26) بے شک یہ درود بھیجنے والے کی ذات، اس کے عمل اور اس کی عمر میں برکت کا سبب ہے اس لیے کہ درود بھیجنے والا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر برکت نازل فرمائے اور یہ دعا قبول ہوتی ہے۔

(27) بے شک یہ بندے کو ظلم سے نکالنے کا سبب ہے۔(28) بے شک یہ پل صراط پر وافر نور کا سبب ہے۔

(29) بے شک یہ زمین وآسمان کے درمیان شہرت حاصل کرنے کا سبب ہے۔(30) بے شک یہ سبب ہے رحمت کے حصول کا۔

(31) بے شک یہ اس کلام کے مکمل ہونے کا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر درود کے ساتھ شروع ہو۔

(32) یہ رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ کی محبت اور اس کو بڑھانے اور کئی گنا کرنے کا سبب ہے۔

(33) بیشک یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے درود بھیجنے والے کا نام پیش کیے جانے کا سبب ہے۔

(34) بے شک آپ ﷺ پر درود بھیجنا بندے کے لیے آپ ﷺ کی محبت کا سبب ہے۔

(35) بے شک یہ بندے کی ہدایت اور اس کے دل کے زندہ ہونے کا سبب ہے۔ جو بندہ کثرت سے آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور آپ ﷺ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت غالب آتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل میں آپ ﷺ کے احکامات سے اعراض باقی نہیں رہتا اور نہ اس چیز کے بارے میں کوئی شک رہتا ہے جو آپ ﷺ لے کر آئے بلکہ وہ آپ ﷺ کی لائی گئی تعلیمات کو اپنے دل میں لکھا ہوا پاتا ہے۔ وہ ان کے احوال پڑھتا رہتا ہے اور ان سے ہدایت، فلاح اور کئی طرح کے علوم حاصل کرتا ہے اور جتنا زیادہ وہ آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اتنا اس کی بصیرت اور معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(36) بے شک نبی ﷺ پر درود بھیجنا ان کے اس حق میں سے بہت تھوڑی ادائیگی کا باعث بنتا ہے جس کا کوئی علم، طاقت اور ارادہ احاطہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے بندوں سے راضی ہوا اور اپنے شکر اور حق کی ادائیگی کو آسان کر دیا۔

(37) بے شک یہ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کا سبب ہے اور پل صراط سے گزر کا ذریعہ ہے۔

(38) تمام غموں اور گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (57)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' گناہ کر کے رسول اللہ ﷺ میں عیب نکال کر ایذا دینے والوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں'' رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کیلئے مناسب نہ تھا اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لئے اولاد بتاتا ہے میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لئے بیوی یا اولاد بناؤں۔ (بخاری:4482) (3) جولوگ گناہ کر کے، گناہوں پر اصرار کر کے اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

(4) جولوگ نبی ﷺ کو قولی اور فعلی اذیت دیتے ہیں آپ ﷺ کے دین پر آپ ﷺ میں عیب نکالتے ہیں۔

(5) ﴿لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾ ''اُن پر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ دنیا میں لعنت یہ ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

(6) ﴿وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اس اذیت رسانی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ رسول ﷺ کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو تکلیف پہنچانے کی مانند نہیں ہے کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ آپ کی تعظیم کرنا لوازم ایمان میں شامل ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کسی اور کی مانند نہیں۔ (تفسیر سعدی:2168/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کے کام کون کرتا ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے جیسے مشرکوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کو ثابت کیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' (58)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' الزام لگانے کی وعید، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا﴾ ''مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا یعنی جو لوگ کسی جرم کے بغیر بے گناہوں پر ناحق الزام لگا دیں جن کی انہیں خبر بھی نہ ہو۔

(2)﴿فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''بلاشبہ انہوں نے بڑے بہتان اور واضح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے'' انہوں نے اپنے اوپر بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ لے لیا۔ انہوں نے ایمان والوں کو بغیر وجہ کے تکلیف پہنچائی۔ ایمان والوں کی ہتک عزت کی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں احترام کرنے کا حکم دیا۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی نے کہا: اللہ کے رسول! غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اس انداز سے اپنے بھائی کا تمہارا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے"، اس نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جسے میں بیان کر رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا: "جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت (چغلی) کی، اور جو تم بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر تہمت باندھی۔" (ترمذی:1934)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی کہ وہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، لڑائی کے موقع پر (کفار کے مقابلہ سے) بھاگنا اور مومن و پاک دامن غافل عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری:6857)

رکوع نمبر 8

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (59)

سوال 1: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' پردے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ﴾ ''اے نبی! آپ کہہ دیں'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ عمومی طور پر حکم دیں۔ (2) ﴿لِّاَزْوَاجِكَ﴾ ''اپنی بیویوں سے'' ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو۔

(3) ﴿وَبَنٰتِكَ﴾ ''اور اپنی بیٹیوں سے'' یعنی اپنی صاحبزادیوں کو کیونکہ وہ سب سے افضل اور اشرف ہیں۔

(4) یعنی دوسروں کو حکم دینے سے پہلے ابتدا گھر سے کریں جیسا کہ فرمایا ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ'' (التحریم: 6)

(5) ﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کی عورتوں سے'' یعنی تمام مومن عورتوں کو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت صرف ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کے لیے خاص نہیں ہے۔

(6) ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ ''کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کا کچھ حصہ لٹکا لیا کریں'' جلباب مع الادناء سے مراد تمام بدن کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے۔ واقعہ افک کی تفصیلات بتاتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں: ''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہنے کی وجہ سے بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں نے اس سے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے چھپا لیا۔'' (بخاری: 2661) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے جلباب کا لفظ استعمال کیا۔

(7) اس آیت کی وضاحت میں علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں، بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔'' (جامع البیان: 50/22)

(8) الفراء لکھتے ہیں ''جلباب'' سے مراد چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہ انہوں

نے (ابن سیرین سے) کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے۔" (معانی القرآن:349/2)

(9) امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: 'جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔" (معالم التنزیل:60/5)

(10) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں" اور ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکالیں اور ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر پس اگر تو یہ سوال کرے کہ ﴿مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ میں "من" کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ "من" یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو احتمالات ہیں ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلباب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلباب موجود ہوں اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنے ایک ہی جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکالے یعنی گھونگھٹ نکال لے تاکہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے"۔ (الکشاف:569/3)

(11) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:" اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں، کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے، اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی' پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردہ والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہوگا"۔ (الکبیر:230/25)

(12) بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں" وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور "مِنْ" یہاں پر تبعیض کے لیے ہے' یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکالے اور بعض کو لپیٹ لے۔" (تفسیر بیضاوی:386/4)

(13) نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں" ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکالیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔ اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کرو۔" (مدارک التنزیل:138/5)

(14) تفسیر خازن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ﴿يُدْنِينَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں۔۔ (آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو

اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے' تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں''(تفسیر خازن:437,436/3)

(15) البحر المحیط اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں''اور ﴿عَلَيْهِنَّ﴾ ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا''علیہن'' سے مراد صرف چہرہ ہے، کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تھا''۔(البحر المحیط:504/8)

(16) قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''چونکہ عرب خواتین میں (دور جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادروں کو لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں''۔(قرطبی:179/7)

(17) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں''محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا''۔(ابن کثیر:3/ 569)

(18) ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے' تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے' پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا''۔(التحریر التنویر:107/22)

(19) اضواء البیان اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ﴾ بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی''۔(اضواء البیان:243/6)

(20) ﴿يُدْنِينَ﴾ ادناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے اسی وجہ سے اسے'علیٰ' کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور'من' تبعیض کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔(تفسیر المنیر:106/22)

(21) اس آیت کے بارے میں سیر حاصل تفسیر بیان کرنے کے بعد خلاصہ کلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقعہ بھی اس کے قائم مقام ہے''۔(معارف القرآن:235/7)

(22) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:''آیت 59 میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام

مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے''۔ (ترجمان القرآن:215/3)

(23) ''اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن، اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔'' (ضیاء القرآن:95/4)

(24) یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔ (تفسیر عثمانی:568)

(25) یہ آیت مبارکہ امہات المومنین، جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کے حکم کا واجب ہونا ثابت کر رہی ہے۔

(26) اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں' کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرمادی۔'' (بخاری)

(27) صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے ساتھ ساتھ عام اہلِ ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیہ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رحمہ اللہ کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ: ''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں''۔ (مستدرک حاکم:454/1)

(28) اللہ رب العزت نے جب حجاب کا حکم دیا تو قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔

(29) ''اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں' پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔'' (ابوداود۔ کتاب الحج)

(30) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔'' (بخاری۔ کتاب الحج)

(31) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں''۔ (مجموعہ رسائل فی الحجاب:80)

(32) ''اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم

کرے! جب یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا''۔ (بخاری، کتاب تفسیر القرآن)

(33) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو، تو ہم نے ایسے ہی کیا۔'' تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا''۔ (بخاری، کتاب المغازی) ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے'' تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔'' (سنن ابی داؤد)

(34) سیدنا مغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی''۔ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔'' (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح)

(35) ''سیدہ فاطمہ بنت منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔'' (موطا امام مالک)

(36) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''ہم (خواتین) ۸ ذی الحجہ کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُم المؤمنین! یہاں ایک عورت ہے جو کہ اس بات سے انکاری ہے کہ حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا''۔ (التلخیص ابن حجر: 272/2)

(37) ''پردہ ایمان کی دلیل ہے حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔'' (السلسلۃ الصحیحۃ: 495)

(38) پردہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔(39) پردہ پاک دامنی کی علامت ہے۔

(40) پردہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔ پردہ جہاں پاکدامنی کی علامت ہے وہاں سراسر پاکیزگی اور طہارت بھی ہے۔چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ ''اور جب تم اُن سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے لیے پاکیزہ تر ہے۔'' (الاحزاب:53)

(41) پردہ تقویٰ کی علامت ہے ۔پردہ جہاں طہارت و پاکیزگی ہے وہاں پرہیزگاری وتقوی بھی ہے۔چنانچہ فرمان باری تعالی ہے ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ ''اے اولادِ آدم! یقینا ہم نے تم پرلباس اُتارا ہے جوتمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے۔'' (الاعراف:26)

(42) پردہ شرم وحیا کی دلیل ہے۔ پردہ جہاں ایمان کی دلیل ہے وہاں شرم وحیا کی بھی دلیل ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:''ہردین کا کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو ہے اور اسلام کا اخلاقی پہلو حیا ہے۔'' (ابن ماجہ:4182)

(43)''حیا اور ایمان دونوں جوڑے گئے ہیں جوان دونوں میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔''یعنی حیا اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں''میں اپنے گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں اللہ تعالی کے رسول ﷺ اور میرے باپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں تو میں اپنے پردے کے کپڑے رکھ دیتی تھی اور کہتی کہ یہاں تو صرف میرے خاوند اور میرے باپ ہی تو مدفون ہیں لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اللہ کی قسم! میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شرم وحیا کرتے ہوئے بدن اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ کر رکھتی تھی۔'' (مسند احمد:202/6) تو حیا اور پردہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔اگر حیا نہیں تو پردہ کہاں اور اگر پردہ ہوگا حقیقی معنوں میں تو حیا بھی ضروری ہوگی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے''حیاء صرف خیر ہی لاتی ہے۔'' (بخاری:6117)''حیا ساری کی ساری خیر اور بھلائی ہے۔'' (مسلم:37)''اللہ تعالی ستیر اور باحیاء ہے اور ستر پوشی اور حیاء کو پسند کرتا ہے۔'' (نسائی:404)

(44) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اللہ تعالی جب کسی بندے کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے حیاء کو کھینچ لیتے ہیں اور جب حیاء اس سے چھن جائے تو پھر تو اس کو عذاب میں لت پت اور معذب ہی پائے گا۔''

(45) پردہ جہاں حیا کی رسید وسند ہے وہاں غیرت مندی کی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبدالخبیر ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ''ایک عورت ام خلاد نامی اللہ تعالی کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور وہ پردے میں لپٹی ہوئی تھی اور اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں پوچھنے لگی تو اللہ تعالی کے رسول ﷺ کے بعض صحابہ نے کہا کہ تو اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہے اور پھر بھی پردے میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کی مصیبت ہی آئی ہے میری حیا تو باقی ہے وہ تو قتل نہیں ہوئی۔'' (ام خلاد: ابوداؤد:2485)

(46) حجاب کن سے؟﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ

مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا کے یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں کے لیے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی وہ زینت جسے وہ چھپاتی ہیں معلوم ہو اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (النور:31)

(47) ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ ''یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو اذیت نہ دی جائیں'' یعنی یہ پردہ ان کا امتیاز ہے جس کی وجہ سے وہ پہچان لی جائیں کہ وہ پاک دامن عورتیں ہیں لونڈیاں نہیں۔

(48) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہو سکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کر سکتا ہے، اس لیے حجاب بدطینت لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2170/3)

(49) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی دور جاہلیت میں لاعلمی کی وجہ سے جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے وہ ہمیشہ سے بہت بخشنے والا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور وہ نہایت رحم والا ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے حلال و حرام کو واضح فرمایا ہے۔

سوال 2: پردہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: ہر چیز کے لیے پردہ لازمی ہے۔ پردہ فطری تقاضا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جتنی قیمتی چیز ہوگی اتنا ہی گہرا پردہ ہوگا۔

جانوروں میں پردہ ان کے پر، بال، دُم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پھل غلافوں میں۔ زیادہ موٹی کھال بادام، اخروٹ۔

انسان: دل پھیپھڑے (ہڈیوں، پسلیوں کا بکس) دماغ زیادہ قیمتی ہے الگ الگ جھلیوں میں، پھر کھال، پھر کھوپڑی، پھر بال، اگر صرف کھال ہی میں ہوتا تو۔ مرد کے دل میں عورت کے لیے خاص کشش رکھی ہے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے، عورت پر نگاہ پڑتے ہی مرد کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

سوال3: کیا آواز کا بھی پردہ ہے؟

جواب: اے نبی ﷺ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو جس کے دل میں زنگ ہو وہ کوئی بُرا خیال ہے۔ نرم کلامی اور شیرینی سے مبرا آواز کا غیر مردوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری نہیں خواتین نبی ﷺ سے ہم کلام ہوتی۔

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' (60)

سوال1: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے۔'' بیمار دلوں کو تنبیہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے منافقوں کو تنبیہ کی ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہیں لیکن دل ان کے کافروں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہے۔ ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''یقیناً اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔'' اگر منافق اور دل کے بیمار یعنی جنہیں شبہات اور شہوات کا مرض لاحق ہے۔

(2) ﴿وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے'' یعنی جھوٹی افواہوں کا بازار گرم کرنے والے باز نہ آئے۔

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ آیت کریمہ کا یہ جملہ عدم حجاب کی صورت میں وجود اذیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ پردہ نہیں کریں گی تو بسا اوقات ان کے بارے میں کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ یہ پاک باز عورتیں نہیں ہیں اور کوئی بدکردار شخص، جس کے دل میں مرض ہے، آگے بڑھ کر تعرض کر کے ان کو تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ ان کی اہانت بھی ہوسکتی ہے۔ شرارت پسند شخص ان کو لونڈیاں سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ برا سلوک کرسکتا ہے، اس لیے حجاب بدطینت

لوگوں کی لالچ بھری نظروں سے بچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2170/3)

(4) ہم انہیں سزا دینے کے لیے آپ ﷺ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ اور آپ ﷺ سے انہیں تباہ کروا دیں گے، آپ ﷺ کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائیں گے۔ ان میں آپ ﷺ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔

(5) ﴿ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی میں بہت ہی کم رہیں گے'' وہ آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں کم ہی رہ سکیں گے یا تو آپ انہیں جلاوطن کر دیں گے یا قتل کر دیں گے۔

سوال 2: مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے منافق کیا افواہیں اُڑاتے تھے؟

جواب: منافق یہ افواہیں اُڑاتے تھے کہ فلاں علاقے میں مسلمان مغلوب ہو گئے، فلاں علاقے سے مدینہ پر لشکر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے وغیرہ۔

﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾

''لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا'' (61)

سوال: ﴿مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا'' وہ لعنت میں گرفتار رہیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَّلْعُوْنِيْنَ﴾ ''لعنت کیے ہوئے ہوں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہیں گے۔

(2) ﴿اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ ''جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا'' یعنی جہاں بھی ملیں گے ذلت کی وجہ سے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ انہیں کبھی امن نہیں ملے گا۔ قتل، قید، جلاوطنی یہی سزائیں ان کا مقدر بنیں گی۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' (62)

سوال: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کا دستور نہیں بدلتا آیت کی روشنی میں

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ﴾''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے'' ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اوباش قسم کے لوگوں کو پنپنے کا موقع نہیں دیا جاتا بلکہ پہلے تو انہیں سنبھلنے اور اپنی روش بدلنے کے لئے تنبیہ کی جاتی ہے اور اگر وہ باز نہیں آتے تو ان کا طاقت کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔(اشرف الحواشی:511/1)(ابن کثیر:11 شرف)۔

(2)﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا﴾''اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے'' پہلے لوگوں میں بھی ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔ ایمان والوں کو ایسے لوگوں پر مسلط کر دیا گیا۔ اب بھی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دستور میں تبدیلی نہیں آئے گی۔

﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟ (63)

سوال:﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ ''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' قیامت کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ﴾''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں'' قیامت کو جھٹلانے والے آپ ﷺ کو عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

(2)﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ اُس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' آپ ﷺ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا مقرب فرشتے، انبیاء بھی اس کا علم نہیں رکھتے۔

(3)﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾''اور آپ کو کیا چیز خبر دیتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہی ہو؟'' اللہ رب العزت نے قیامت کے بارے میں جو خبر دی ہے وہ یہ کہ وہ قریب ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر:1)﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(4)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿٤٢﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿٤٣﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔(النازعات:42-44)

سوال 1: قیام قیامت کا علم کیسا ہے؟

جواب (1) یہ غیبی علوم میں سے ہے۔(2) جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔(3) اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(4) آپ ﷺ کو بس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت قریب ہے تا کہ اس کی تیاری کریں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (64)

سوال: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے'' اللہ رب العزت نے خبر دی ہے کہ اس نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔(2)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا﴾ ''اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' یعنی کافروں کے لیے آخرت میں بھڑکتے ہوئے شعلوں والی آگ تیار ہے۔

(3) اور اسی لعنت کا اثر ہے کہ بس فضول سے سوالات کئے جاتے ہیں جس سے ان کا مقصد محض شغل اور استہزاء ہوتا ہے۔ اور اس دوزخ کی آگ سے نہیں ڈرتے جو ان کے لیے تیار کی جا چکی ہے۔(تیسیر القرآن:614/3)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' (65)

سوال: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ'' کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے، نہ وہ اس سے نکل سکیں گے نہ وہ انہیں چھوڑے گی۔

(2)﴿لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''نہ وہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ ہی کوئی مددگار'' وہ اپنے لیے عذاب دور کرنے والا کوئی

فریادرسی، کوئی حمایتی، کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

﴿يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمۡ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيۡتَنَآ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾

''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' (66)

سوال 1: ﴿يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمۡ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيۡتَنَآ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی!'' میدان حشر کی تمنا کاش ہم نے رسولوں کا کہا مانا ہوتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمۡ فِي النَّارِ﴾ ''جس دن اُن کے چہرے آگ میں اُلٹائے پلٹائے جائیں گے'' جس دن وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے۔ (i) انسان کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے جو چہرے انہیں عزیز ہیں وہ پہچان ہی ختم کردی جائے گی پھر اُن چہروں کی خاطر رب کے احکامات سے کیوں منہ موڑتے ہو؟

(ii) چہرے کے پردے کے احکامات کو قبول کرنے سے بھی خواتین گریزپا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ پر اُلٹنے پلٹنے کے منظر سے اپنے حکم کی اتباع کے لیے تیار کیا ہے۔ (2) آگ کا عذاب ان پر بھڑک اٹھے گا۔ آگ ان کے دل تک جا پہنچے گی وہ حسرت سے کہیں گے۔

(3) ﴿يَقُولُونَ يٰلَيۡتَنَآ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی!'' ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے تو ثواب کے مستحق ٹھہرتے اور اس عذاب سے بچ جاتے لیکن اس دن تمناؤں اور حسرتوں کا فائدہ نہیں ہوگا۔ (4) ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ كَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے'' (الحجر:2)

سوال 2: انسان کیوں یہ کہے گا کہ کاش ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی ہوتی؟

جواب (1) انسان اس وقت پر حسرت کرے گا جو ہاتھ میں نہ ہوگا۔

(2) انسان کے سامنے سے غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی حقیقت سمجھ آجائے گی اس لیے انتہائی حسرت سے کہے گا کاش میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی۔

﴿وَقَالُوۡا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا﴾

''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں

سیدھے راستے سے گمراہ کردیا'' (67)

سوال:﴿وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا﴾ ''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا'' امراء اور علماء نے گمراہ کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا﴾ ''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی'' اس دن ظالم لوگ کہیں گے ہم نے اپنے بڑوں کی، امراء، علماء اور سرداروں کی اطاعت کی۔ ہم نے گمراہی میں رسولوں کی مخالفت میں ان کی پیروی کی۔

(2) ﴿فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا﴾ ''تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا'' انہوں نے ہمیں ہدایت کے راستے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے بھٹکا دیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَیَوۡمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیۡهِ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا (٢٧) یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا (٢٨) لَقَدۡ اَضَلَّنِیۡ عَنِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ اِذۡ جَآءَنِیۡ ؕ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِلۡاِنۡسَانِ خَذُوۡلًا (٢٩)﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔ (الفرقان:27-29)

﴿رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا کَبِیۡرًا﴾

''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' (68)

سوال 1: ﴿رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا کَبِیۡرًا﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' دوگنا عذاب اور سخت لعنت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ﴾ ''اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے'' جب وہ جان لیں گے کہ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا وہ خود بھی عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! انہیں ہم سے دوگنا عذاب دے۔

(2) ﴿وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا کَبِیۡرًا﴾ ''اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت'' اور ان پر سخت لعنت فرما کیونکہ ان کے دلوں میں بھی کفر اور شرک تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا۔

(3) ﴿قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّةٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَهَا ؕ حَتّٰۤی

اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۤءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ۜ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (۳۸) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۳۹)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف:39,38)

(4) انہیں کہا جائے گا ہر ایک کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ تم جرم میں برابر کے شریک تھے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑوں کی اطاعت کر کے گمراہ ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو حشر کے میدان میں پہنچا کر یہ احساس دلایا ہے کہ دیکھو جب کل تمہیں یہ حقیقت سمجھ آئے گی کہ گمراہ کیسے ہوتے ہیں۔ اُس وقت تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوگا آج سمجھ جاؤ۔

رکوع نمبر 9

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا'' (69)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا'' یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام تھا اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' رب العزت نے اپنے مومن بندوں کو خبر دار کیا ہے۔

(2) ﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا﴾ ''اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک ثابت کر دیا اُن باتوں سے جو انہوں نے کیں‘ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے رسول محمد ﷺ کو جو معزز نہایت نرم دل اور رحیم ہیں، اذیت نہ پہنچائیں۔ ان پر جو آپ کے لیے اکرام واحترام واجب ہے وہ اس کے برعکس رویہ سے پیش نہ آئیں اور ان لوگوں کی مشابہت اختیار نہ کرلیں جنہوں نے کلیم الرحمٰن سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تکلیف دہ باتوں سے براءت دی۔ (تفسیر سعدی 2173/3)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کی حیا کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے‘ وہ کیوں باز رہ سکتے تھے‘ ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ بدن چھپانے کا اہتمام صرف اس لیے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا کوڑھ ہے یا ان کے خصیتین بڑھے ہوئے ہیں یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کی ہفوات سے پاکی دکھلائے۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرنے کے لیے آئے ایک پتھر پر اپنے کپڑے (اتار کر) رکھ دیئے۔ پھر غسل شروع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لیے بڑھے لیکن پتھر ان کے کپڑوں سمیت بھاگنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑے۔ یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرا کپڑا دیدے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے اور ان سب نے آپ کو ننگا دیکھ لیا‘ اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے ان کی براءت کر دی۔ اب پتھر بھی رک گیا اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پہنا۔ پھر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم اس پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ جگہ نشان پڑ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ”تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی‘ پھر ان کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری قرار دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی شان والے اور عزت والے تھے۔“ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ (بخاری: 3404)

(4) ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت مرتبے والا تھا۔“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عزت والے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے، جو اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے ضرور مل جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنی عزت والے تھے کہ ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے حق میں ان کی سفارش کو قبول کر لیا گیا۔ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ ”اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون علیہ السلام نبی بنا کر اسے عطا کیا۔ (مریم: 53) (مختصر ابن کثیر: 1607/2)

(5) ایک دفعہ مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر ایک شخص نے کہا اس میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا گیا جب آپ کے پاس یہ الفاظ پہنچے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر انہیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور اُنہوں نے صبر کیا۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو'' (70)

سوال 1: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو'' تقویٰ اور قول حق کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' رب العزت نے ایمان والوں کو ہر حال میں کھلے چھپے تقویٰ اور قول حق یعنی درست بات کہنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر اس کے فرائض کو ادا کرو اور محارم سے اجتناب کرو۔ (ایسر التفاسیر: 1228)

(3) ﴿وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾ ''اور سیدھی بات کہو'' (القول سدید) اس قول کو کہتے ہیں۔ جو صحیح اور حق کے موافق یا اس کے قریب تر ہو مثلاً قرات قرآن، ذکر الٰہی، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، علم کا سیکھنا پھر اس کی تعلیم دینا، علمی مسائل میں حق وصواب کے حصول کی حرص، ہر اس راستے پر گامزن ہونے کی کوشش کرنا جو حق تک پہنچتا ہو اور وہ وسیلہ اختیار کرنا جو حق کے حصول میں مددگار ہو۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں نرم اور لطیف کلام بھی قول سدید کے زمرے میں آتا ہے، کوئی ایسی بات کہنا جو خیر خواہی کو متضمن ہو، یا کسی درست تر امر کا مشورہ دینا یہ سب قول سدید میں شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2174/3) (4) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قول سدید لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (جامع البیان: 57/22)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ کبھی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے، وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (اسے معمولی سمجھتا ہے) لیکن اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور کبھی بندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات منہ سے نکال دیتا ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے۔ (بخاری: 6478)

(6) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمام معاملات کے لیے استحکام کا سبب ہے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں (ضرور خبر دیجیے)؟ آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پھر فرمایا: اس کو روکو۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں، ان کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تجھ پر افسوس)! کیا لوگوں کو ان کے چہروں یا ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں الٹا ڈالنے والی سوائے زبان کی کھیتیوں کے کوئی اور چیز بھی ہے؟ (ترمذی: 2616)

سوال 2: ایمان والوں کو اعمال کی اصلاح اور مغفرت کے لیے کیا کام کرنے کی تلقین کی گئی؟

جواب: ایمان والوں کو تلقین کی گئی کہ وہ (1) تقویٰ اختیار کریں۔ (2) سیدھی سچی باتیں کریں اسی سے اصلاح ہوگی اور مغفرت ہوگی۔

سوال 3: قول سدید کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) سدید سیدھے کو کہتے ہیں۔ سچی بات وہ ہے جو عین حقیقت کے مطابق ہو۔

(2) سچی بات وہ ہے جو ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کی جائے۔ (3) سچی بات وہ ہے جس میں کجی اور انحراف نہ ہو۔

(4) سچی بات وہ ہے جو واقعاتی تجزیے کے مطابق ہو۔

﴿يُّصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾

''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی'' (71)

سوال: ﴿يُّصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمھارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی'' تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُّصۡلِحۡ لَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کردے گا'' رب العزت نے تقویٰ اور قول سدید پر مرتب ہونے والے امور کا ذکر فرمایا ہے کہ تمہارا رب تمہیں نیک اعمال کی توفیق دے گا۔

(2) تقویٰ اعمال کی اصلاح کا سبب اور ان کی قبولیت کا ذریعہ ہے کیونکہ تقویٰ کے استعمال ہی سے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2174/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا، وہ اس کے کام میں اس کے لیے آسانی پیدا کردے گا۔'' (الطلاق: 4)

(4) ﴿وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ﴾ ''اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا'' یعنی تمہارے ماضی کے گناہ بخش دے گا جو تمہاری ہلاکت کا سبب ہیں۔ اور مستقبل کے گناہوں پر دل میں توبہ ڈال دے گا۔

(5) ﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو جہنم سے بچا لیا جائے گا اور جنتوں

تک پہنچا دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحجرات:14)

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾

''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' (72)

سوال: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' انسان نے بار امانت اٹھالیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ ''یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی'' اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کے سامنے پیش کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا کہ اگر تم اسے قائم کرو گے اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کرو گے تو تمہارے لیے ثواب ہے اور اگر تم اس کو قائم کر سکے نہ اسے ادا کر سکے تو تمہیں عذاب ملے گا۔ (تفسیر سعدی:2175/3)

(2) ﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ ''تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا'' رب العزت کی بڑی بڑی مخلوقات آسمان، زمین، پہاڑ، جن نہ اٹھا سکے انہوں نے معذوری کا اظہار کیا کہ ہم میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں۔ ہماری طاقت سے باہر ہے، ویسے ہم تیرے مطیع فرماں ہیں۔ وہ سب ڈر گئے۔ ان کا انکار نافرمانی کے طور پر نہیں تھا ثواب میں بے رغبتی کی وجہ سے تھا۔

(3) ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر:21)

(4) ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ ''اور انسان نے اسے اٹھالیا'' یعنی سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے سامنے جب امانت اسی شرط کے

ساتھ پیش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر کے اس کا بار اٹھالیا۔اب لوگ امانت کو اٹھانے، اس کو قائم رکھنے نہ رکھنے کے بارے میں تین قسموں میں منقسم ہیں۔منافق جو ظاہری طور پر امانت کو قائم رکھتے ہیں لیکن اندر سے ضائع کرتے ہیں۔مشرک جنھوں نے مکمل طور پر امانت ضائع کردی اور مومن جنھوں نے ہر لحاظ سے امانت کو قائم رکھا ہے۔

(5)﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ ''یقیناً وہ ہمیشہ سے بڑا ہی ظالم، بہت جاہل ہے'' انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔وہ انجام کو نہیں دیکھتا۔انسان نے بھولے پن سے امانت کو اٹھالیا۔

سوال2:امانت سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)امانت سے مراد شرعی احکامات، فرائض اور واجبات ہیں جن کو ادا کرنے سے ثواب اور ادا نہ کرنے سے عذاب ہوگا۔

(2)ارادے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اطاعت کی ذمہ داریاں اُٹھانا اپنے میلانات اور خواہشات پر قابو پانا۔

سوال3:انسان نے امانت کو کیوں اُٹھایا؟

جواب:انسان جلد باز ہے اُس نے انجام پر نظر رکھنے کی بجائے فضیلت کے شوق میں اسے اُٹھالیا۔

سوال4:انسان نے امانت اُٹھا کر کیسے ظلم اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے؟

جواب:(1)انسان نے امانت کے تقاضوں سے منہ موڑ کر ظلم کیا۔

(2)انسان نے امانت کی ذمہ داریوں سے غفلت برت کر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(73)

سوال:﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بار امانت اٹھانے کی وجہ کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق

عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔" انسان نے یہ بار امانت اس لیے اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ منافق اور مشرک مردوں عورتوں کو عذاب دے۔(2) منافق وہ جس کے اندر شر ہے لیکن وہ مسلمانوں کے ڈر سے مومن ہو۔

(3) مشرک وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں اور شرک میں مبتلا ہیں۔

(4) ﴿وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ "اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔" انسان نے یہ بار امانت اس لے اٹھایا تا کہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں پر رحم فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور امانت کو ادا کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" اللہ تعالیٰ مومنوں کے گناہوں کو ڈھانپنے والا اور ان کی توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ ان کے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے اور ایمان والوں پر وہ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

(6) ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس آیت مبارکہ کو ان دو اسمائے حسنیٰ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت بے پایاں رحمت اور لامحدود جودو کرم پر دلالت کرتے ہیں بایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگوں کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنے نفاق اور شرک کے باعث اس مغفرت اور رحمت کے مستحق نہیں۔ (تفسیر سعدی:2175/3)